مسلسل اشاعت کے 57 سال

ماہنامہ

الحق

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

692 / 691

رمضان، شوال
۱۴۴۴ھ

مارچ، اپریل
۲۰۲۳ء

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّم تَسلِیمَا

اے بی سی آڈٹ بیوروسرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ
الحق
اکوڑہ خٹک

جلد نمبر............ 58
شمارہ نمبر........... 7-6
رمضان،شوال...... ۱۴۴۴ھ
مارچ،اپریل...... ۲۰۲۳ء

مدیر اعلیٰ	نگران	باہتمام	بانی
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	مولانا حامد الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب	حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ

نائب مدیران: مولانا حبیب اللہ حقانی، مولانا محمد اسلام حقانی
منتظمین: مولانا محمد فہد، بابر حنیف

فہرست مضامین

- نقش آغاز: میرے وطن کی سیاست کا حال مت پوچھو، برطانوی وزارت خارجہ کے اعلیٰ افسران اور اسلام آباد ہائی کمیشن کے سفارتکاروں کی دارالعلوم آمد سابق ڈکٹیٹر جنرل پرویز مشرف کی موت .... مولانا راشد الحق سمیع ۲
- ماہ رمضان المبارک کی فضیلت .... شیخ الحدیث مولانا محمد انوار الحق مدظلہ ۷
- ’’تفسیر لاہوری‘‘ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا عظیم علمی کارنامہ .... مولانا محمد شفیع چترالی ۱۵
- عصری تعلیمی اداروں میں طلبہ وطالبات کی اصلاح وتربیت .... مولانا مفتی ذاکر حسن ۱۷
- عمومِ بلوی کی شرعی حیثیت: شرائط اور وضاحتی مثالیں .... مفتی محمد انور شاہ ۲۰
- کرپٹوکرنسی: جوا اور سٹے بازی کی بدترین شکل .... ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی ۳۵
- تفسیر لاہوری ’’صاحب کمال‘‘ کا کمال .... ڈاکٹر عبدالستار آزاد ۳۹
- حضرت مولانا مشتاق احمد عباسیؒ .... مولانا محمد ساجد احمد عباسی ۴۷
- سفرنامہ سینگال وگیمبیا مغربی افریقہ .... مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی ۵۲
- افکار وتاثرات (مولانا محمد اشرف، مولانا عزیز الرحمان، مفتی رفیق احمد بالاکوٹی، مولانا ڈاکٹر قاسم محمود، سینیٹر بابر اعوان، مولانا نور الہادی، مولانا میاں ایاز احمد حقانی) .... ادارہ ۵۵
- دارالعلوم کے شب وروز .... صاحبزادہ عبدالحق ثانی ۶۰
- تعارف وتبصرہ کتب .... مولانا محمد اسلام حقانی ۶۴

ماہنامہ ’’الحق‘‘ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔ فون نمبر: 630435-923 92+ فیکس 630922 923 92+
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com -------- موبائل نمبر: 03159898998 0333-9167789
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk -------- فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/50 روپے۔ سالانہ -/500 روپے۔ بیرون ملک $40 امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا راشد الحق سمیع ، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم مولانا راشد الحق سمیع

میرے وطن کی سیاست کا حال مت پوچھو

ریاست پاکستان اپنی تاریخ کے بہت ہی نازک اور کٹھن مراحل سے گزر رہی ہے، ملک میں معیشت، سیاست اور امن و امان کی صورتحال انتہائی ناگفتہ بہ حد تک پہنچ چکی ہے، اب ان کا جنازہ سیاستدان، بیوروکریٹس، ججز اور جرنیلز بڑی دھوم دھام سے ادا کرنے کا ''فرض کفایہ'' ادا کر رہے ہیں، پاکستانی جاں بلب معیشت اپنی آخری ہچکیوں پر ہے، اقتصادی صورتحال کی ابتری کے باعث ملک بدقسمتی سے ڈیفالٹ کی ضد میں آچکا ہے، صرف اس کا باضابطہ سرکاری اعلان حکمران نہیں کرنا چاہتے، معاشی ابتری اور فارن کرنسی کی صورتحال اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ادویات کے خام مال کی درآمد بھی رُک گئی ہے اور باقی دنیا سے تجارتی لین دین تقریباً ختم ہو چکا ہے، انسان کی بنیادی ضرورت روٹی بھی پچیس روپے تک پہنچ چکی ہے اور پیٹرول تین سو روپے لیٹر کی حد کو چھونے والا ہے اور پاکستانی کرنسی ریت کا ڈھیر ثابت ہو رہی ہے، ہر روز اشیاء کا نیا ریٹ اور ہر لمحہ بدلتے ٹرانسپورٹ کے کرایوں نے عوام کا بیڑہ غرق کر دیا ہے، یہ سب تمام پاکستانیوں کی غلط پالیسیوں اور اجتماعی گناہوں کا نتیجہ ہے وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى کا منظر پاکستان کی دھرتی پیش کر رہی ہے۔

دوسری جانب پی ٹی آئی اور پی ڈی ایم کے درمیان بھی رسہ کشی خوب زوروں پر ہے، یہاں تک کہ دونوں کی آپس کی لڑائی کی وجہ سے ملک کی چولیں تک ہل گئیں ہیں، پی ڈی ایم اور اسٹیبلشمنٹ ایک جانب نظر آرہے ہیں تو دوسری جانب عدلیہ، پی ٹی آئی، وکلاء وغیرہ انکے سامنے صف آراء نظر آرہے ہیں، ہر کوئی صرف اور صرف اپنی اَنا اور کرسی کے لالچ میں لڑ رہا ہے، نظریات اور اصولوں کی سیاست کا خدا ہی حافظ ہے، عمران خان کا گھر زمان پارک لاہور میدان جنگ بنا ہوا ہے، حکمران اور طاقتور قوتوں کا تمام زور اس بات پر صرف ہو رہا ہے کہ زمان پارک کا قلعہ کیسے ''فتح'' کیا جائے اور عمران خان ''بہادر'' تمام تر توانائیاں اس پر صرف کر رہے ہیں کہ مجھے جیل سے وحشت ہوتی ہے اور مجھے جیل نہیں جانا، جب اس طرح کے حکمران اور اپوزیشن ہوگی تو ملک و ملت کا تو یہی حال

ہونا ہے...... ع ہر شاخ پر الو بیٹھا ہے انجام گلستاں کیا ہوگا؟

دوسری جانب آئی ایم ایف سے ڈالروں کی بھیک بھی ہزار منتوں اورترلوں کے باوجود پاکستان کونہیں مل رہی ، پی ٹی آئی امریکہ میں لابنگ کے ذریعے اس کو رُکوانے کے چکر میں ہے اور اپنے لئے دوبارہ اقتدار میں آنے کی التجائیں بھی کررہی ہے،کل تک پی ٹی آئی امریکی سازش کا ڈھنڈورا پیٹ رہی تھی اب منتیں ترلے کراکر اِسے دوبارہ منانے کی کوششیں جاری ہیں،امریکی سازش کا اعلامیہ خیر سے یوٹرن لیتے ہوئے اب اس کی خوشنودی حاصل کرنے میں تبدیل ہو چکا ہے۔

دوسری جانب پی ڈی ایم بھی معیشت کا بھرکس نکال رہی ہے اور وہی غلطیاں دوہرا رہی ہے جو ماضی میں پی ڈی ایم سے وابستہ جماعتوں نے اقتدار میں رہ کر کی ہیں اور ساری توجہ پی ٹی آئی کو توڑنے اور عمران خان کو سزا دلوانے میں صرف ہورہی ہے ،عملاً عوام کی بھلائی کے لئے کچھ بھی نہیں ہورہا ہے،صرف اپنے اپنے اربوں کے کرپشن کے کیس آتے ہی معاف کردیئے ہیں اوروزارتیں و مشاورتیں لے لی ہیں اور انجوائے منٹ کاہنی مون منایا جارہا ہے ، اگر ملک وملت بھاڑ میں جائے تو حکومت کواس سے کوئی سروکار نہیں، حقیقت میں پی ڈی ایم کی حکومت بھی عمران خان کی طرح نالائق و نااہل نکلی ، وہ بھی عوام کو کچھ بھی ڈیلیور نہ کرسکی ،صوبائی الیکشنز کو بھی ملی بھگت کے ذریعے چھ ماہ تک موخر کرا دیئے گئے ہیں اور آگے بھی ان کا انعقاد مشکل نظرآ رہاہے، یہ تمام غیرآئینی اقدامات اسٹیبلشمنٹ اورحکومت مل کر کر رہے ہیں جس سے پاکستان ایک بے آئین ملک وریاست نظرآ رہا ہے اوراب عمران خان بھی اقتدار سے باہر رہ کر تڑپتی مچھلی کی طرح اچھل رہے ہیں، کل تک وہ فوج کے سب سے بڑے مداح تھے اورآج وہ اس کا سب سے بڑا مخالف نظرآ رہا ہے اور پی ڈی ایم جوکل تک فوج مخالف تھی اب وہ فوج کے گن گا رہی ہے،اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس گھٹیا سیاست کے میدان میں کسی بھی جماعت اور کسی بھی سیاسی رہنما کے کوئی اصول اور روایات نہیں ہیں ،صرف ذاتی مفادات سب کے لئے مقدم ہیں پھر کمرتوڑ مہنگائی نے لوگوں کا جینا مشکل کردیا ہے،حکومتی مفت آٹے کی تقسیم کے دوران کئی قیمتی جانیں اب تک گنوائی جاچکی ہیں،آدھا ملک غربت کے ہاتھوں میلوں قطاروں میں ایک تھیلے آٹے کے لئے رمضان میں دربدر ہورہا ہے، پاکستان جیسا زرعی ملک اب ایتھوپیا کا منظر پیش کررہاہے ،معلوم نہیں کہ میدان حشر میں ہمارے حکمرانوں اور سیاسی لیڈروں کا کیا حشر ہوگا؟

میرے وطن کی سیاست کا حال مت پوچھو گری ہوئی ہے طوائف تماش بینوں میں

برطانوی وزارت خارجہ کے اعلیٰ افسران
اور اسلام آباد ہائی کمیشن کے سفارتکاروں کی دارالعلوم آمد

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی عالمی حیثیت کے پیش نظر الحمدللہ وقتا فوقتا مختلف معزز مہمانوں کی یہاں آمد و رفت جاری رہتی ہے، ہر ہفتے ملکی و بین الاقوامی اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی علمی، سیاسی، دینی شخصیات کی آمد رہتی ہے، حضرت والد ماجد مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت کے بعد بھی عالمی اداروں کے نمائندوں، مغربی میڈیا اور خصوصاً دنیا بھر کے سفارتخانوں کے وفود کا سلسلہ حسب سابق جاری و ساری ہے، گوکہ حضرت والد صاحب شہیدؒ کا خلاء پُر نہیں کیا جاسکتا لیکن راقم نے حتی المقدور کوشش کی ہے کہ اپنے عظیم والدؒ کے مشن اور ان کی جاری کردہ روایات کو زندہ رکھ سکوں، حضرت والد صاحبؒ کی یہ کوشش تھی کہ مغربی دنیا کو اسلام اور دینی مدارس کے پرامن پیغام سے مکالمے اور مباحثے کے ذریعے آگاہ کیا جائے، اسی لئے الحمدللہ اب بھی وہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔

۵/ مارچ کو وزارت خارجہ برطانیہ کے سینئر اعلیٰ افسران اور اسلام آباد میں مقیم برطانوی ہائی کمیشن کے سفارتکاروں کی مشترکہ وفد کی دارالعلوم آمد ہوئی، برطانوی سفارتکاروں نے راقم سے تقریباً دو گھنٹے سے زائد تفصیلی ملاقات کی، ملاقات میں دینی مدارس کے نظام تعلیم، نصاب، دارالعلوم حقانیہ کی تاریخ اور اس سے متعلقہ دیگر اہم موضوعات مثلاً افغانستان اور پاکستان کی سیاسی صورتحال پر کھل کر تبادلہ خیال کیا گیا۔ وفد کو دارالعلوم کے مختلف شعبہ جات کا وزٹ کرایا گیا جس میں ''تعلیم القرآن حقانیہ ہائی سکول اینڈ کالج''، شعبہ دارالحفظ والتجوید، نیو اکیڈمک بلاک قابل ذکر ہیں، بعد میں نئے شعبہ تخصصات میں غیر ملکی مہمانوں نے طلباء سے تبادلہ خیال بھی کیا نیز انہیں دارالعلوم کی نئی زیرتعمیر عظیم الشان وسیع وعریض لائبریری بھی لے جایا گیا جس کی وسعت اور جدید انتظام و انصرام سے مہمان بہت متاثر ہوئے، دارالعلوم کے وزٹ کے بعد راقم کی قیام گاہ پر معزز مہمانوں کے اعزاز میں ظہرانے کا انتظام کیا گیا تھا، وفد نے دارالعلوم کے مجموعی پرامن تعلیمی ماحول اور مثالی نظم وضبط کو دیکھ کر خوشگوار حیرت کا اظہار کیا اور کہا کہ اس قسم کے دوروں اور مکالمے سے ایک دوسرے کے نظریات کو سمجھنے سے آسانی کے مواقع پیدا ہوتے ہیں اور کئی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا ہے

سابق ڈکٹیٹر جنرل پرویز مشرف کی موت

مملکت خداداد پاکستان پر دس سال تک بلاشرکت غیرے اندھیر نگری اور چوپٹ راج کرنے والا ظالم و جابر پرویز مشرف بھی گزشتہ ماہ شہنشاہ مطلق اورعزیز ذوانتقام کے دربار عالی میں پہنچ گیا،انہوں نے پاکستان کے دیگر متکبر حکمرانوں کی طرح ملک و ملت کو جس کرب و اذیت سے دوچار کیا اسے اللہ ہی جانتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل وکرم سے اس ظالم و جابر کے ظلم وستم کے تاریک دور کوختم کیا،اس نے اپنے طویل دور اقتدار میں دین اسلام اوراسلام پسندوں کے خلاف بے شمار ظالمانہ کارروائیاں کیں،جس کی ایک مثال جامعہ حفصہ اور لال مسجد آپریشن بھی ہے،جس میں متعدد معصوم و بے گناہ طلباء و طالبات کو فاسفورس بموں کے ذریعے بھی شہید کردیا گیا تھا۔

مذہبی حلقوں اورمجاہدین کواس نے حددرجہ تکالیف دیں اورنشہ اقتدار میں آکراس نے اپنے سیاہ کارناموں کے ذریعے ظلم و جبر کی نئی داستانیں رقم کیں لیکن اللہ تعالیٰ کی لاٹھی بے آواز ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے بلاآخر نشان عبرت بنایااوراسے ایسی لاعلاج اورمنفرد بیماری میں مبتلا کیا کہ آخر میں کوئی قریب بھی جانے کو تیار نہ تھا، سابق فوجی صدر امائلائیڈوسس (Amyloidosis) کی لاعلاج بیماری میں مبتلا تھے جس سے انسانی جسم میں پروٹین کی ایک قسم امیلائڈ (amyloid) کے بڑھنے کی وجہ سے ہوتی ہے، اس بیماری میں جسم میں پروٹین کے مالیکیول ناکارہ ہو جاتے ہیں اور مریض کے اعضا گل کر ناکارہ ہوجاتے ہیں ،آخر میں انسان کمزوری کے باعث سانس لینے اور بات کرنے کے قابل بھی نہیں رہ جاتا ،وہ ہاتھ اور مکا جو مخالفین کے لئے یہ لہرایا کرتا بلاآخر اپنے چہرے سے مکھی اڑانے سے بھی قاصر ہوگیا تھافَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ

عدالت نے آئین سے انحراف اور متعدد جرائم کی بنیاد پر پرویز مشرف پر سنگین غداری کیس میں اسے متعدد بار سزائے موت کا حکم سنایا گیا تھا، آرٹیکل چھ کے تحت دو مرتبہ انہیں علیحدہ علیحدہ سزا سنائی گئی،جسٹس وقار نے اپنے فیصلے میں لکھا تھا کہ اگر پرویز مشرف پھانسی سے قبل مر جائے تو اس کی لاش کو ڈی چوک پر گھسیٹا جائے اوروہاں تین دن تک لٹکایا جائے ،صدر پاکستان کے بڑے عہدے پر طویل عرصہ تک رہنے والے شخص کے لئے عدالت کا یہ فیصلہ اس کے جیتے جی سنانا اِسے پھانسی پر لٹکائے جانے سے بھی زیادہ باعث تکلیف اور باعث شرم تھا۔

پرویز مشرف ۲۰۱۶ء میں پاکستان سے بھاگ کر دبئی مفرور ہوگئے تھے کیونکہ انہیں آئین

توڑنے پر سنگین غداری کیس کا سامنا کرنا تھا، اس کے علاوہ جنرل مشرف نے ملک کو امریکی جنگ میں بے جا گھسیٹا جس کے نتیجے میں ایک لاکھ پاکستانی شہید ہوئے اور افغان مسلم بھائیوں کا تو کوئی شمار نہیں پھر پاکستانی معیشت کو زمین بوس کرا دیا، عافیہ صدیقی اور دیگر پاکستانی شہریوں کو ڈالروں کے عوض امریکہ کو بیچ دیا تھا، جس سے دنیا بھر میں پاکستانیوں کی سبکی ہوئی اور افغان قوم و امارت اسلامی افغانستان کے مجاہدین کے دلوں میں پاکستان کے لئے بہت سے شکوے اور رنجشیں پیدا ہوگئیں (جس کے منفی اثرات اب تک پاکستان پر مرتب ہو رہے ہیں، پاکستان و افغانستان کی موجودہ کشیدہ صورتحال کے ذمہ دار بھی پرویز مشرف ہیں۔)

پاکستان کی ریاست پر دس سال تک اقتدار کرنے والے اور آرمی چیف کے عہدے پر متمکن شخص کی وفات پر سینٹ آف پاکستان میں دعائے مغفرت بھی نہیں کرائی جا سکی، سینیٹر محمد مشتاق اور حکومتی ارکان نے اس کی دعا کرنے سے انکار کر دیا کہ ہم ایک سند یافتہ، غدار ڈکٹیٹر کیلئے پارلیمنٹ میں دعا نہیں کر سکتے۔ عدل و انصاف صرف حشر پہ موقوف نہیں زندگی خود بھی گناہوں کی سزا دیتی ہے

ظالم حکمرانوں اور ان کے حواریوں کیساتھ پیش آنے والے عبرتناک واقعات پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت پر ایمان مزید محکم ہو جاتا ہے، کرۂ ارض پر کئی مطلق العنان متکبر حکمران بڑی آن بان، ٹھاٹ باٹ اور کروفر کے ساتھ آئے لیکن بڑی بے عزتی کے ساتھ رخصت ہوئے، مشرف بھی اب ایسی عدالت میں پابہ جولا پیش ہوا ہے جہاں نہ جرنیلی کام آئے گی نہ دولت و اقتدار اور نہ روشن خیالی۔

دینی مدارس، جہادی تنظیموں اور امارت اسلامی افغانستان کو اپنے زعمِ باطل میں مٹانے والا خود اپنے برے انجام تک پہنچ گیا لیکن الحمدللہ وہ سب دینی قوتیں، امارت اسلامی افغانستان اور دینی مدارس آج بھی حقیقی بادشاہ رب ذوالجلال کے فضل و کرم سے قائم و دائم اور رواں دواں ہیں، ہمارے خیال میں اس کے انجام سے دیگر حکمران اور سیاستدان بھی سبق حاصل کریں کہ وقت ایک سا نہیں رہتا جب کسی کو اللہ تعالیٰ ملک کا عنانِ اقتدار اور اختیار دیتا ہے تو اس کو چاہیے کہ یہ موقع غنیمت جانے اور ملک و قوم کی صحیح خدمت کرے اور محکوم رعایا کی بھلائی، عدل و انصاف، امن و امان اور دیگر امور مملکت کی طرف خلوصِ دل سے توجہ دے تا کہ آئندہ نسلیں ان کو خلفائے راشدین خصوصاً حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور اورنگزیب عالمگیرؒ جیسے حکمرانوں کی طرح یاد رکھ سکیں۔ سابق ڈکٹیٹر پرویز مشرف کا یہ انجام بد اور عبرت انگیز زوال گویا اس شعر کا صحیح مصداق ہے......

تو منکر قانون مکافات عمل تھا لے دیکھ تیرا عرصہ محشر بھی یہیں ہے

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد انوار الحق مدظلہ
مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ

ماہ رمضان المبارک کی فضیلت

نحمده و نصلى على رسوله الكريم اما بعد!فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم.
بسم الله الرحمن الرحيم **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ** (البقرة: ۱۸۳)

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے تم سے پہلے (امتوں پر) فرض کئے گئے تھے اس لئے کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔''

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ (البقره: ۱۸٤)

''رمضان کا مہینہ (وہ ہے) جس میں قرآن اتارا گیا ہے جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور (جس میں) رہنمائی کرنے والی اور (حق و باطل میں) امتیاز کرنے والی واضح نشانیاں ہیں۔

قال رسول اللّٰہصلى الله عليه وسلم: إِذا دخل شهر رمضان فتِحت ابواب السماءِ، وغلِقت ابواب جهنم، وسلسِلتِ الشياطِين(متفق عليهِ)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے۔''

فرضیت صوم

معزز سامعین کرام! آپ حضرات کے سامنے آیت مبارکہ تلاوت کی کہ اس آیت میں روزوں کی فرضیت کا بیان ہے، شریعت میں روزہ یہ ہے کہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک روزے کی نیت سے کھانے پینے اور ہمبستری سے بچا جائے ، اس آیت میں فرمایا گیا جیسے تم سے پہلے لوگوں پر

فرض تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ بہت قدیم عبادت ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تمام شریعتوں میں روزے فرض ہوتے چلے آئے ہیں، یہ ایک تسلی کے طور پر ذکر ہے کہ تم اس عبادت کو شفقت نہ سمجھنا بلکہ آپ سے پہلے امتوں میں بھی یہ عبادت چلی آ رہی ہے، اگرچہ گزشتہ امتوں کے روزوں کے دن اور احکام ہم سے مختلف ہوتے تھے، تمام ادیان اور ملل میں روزہ معروف ہے قدیم مصری یونانی رومن اور ہندو سب روزہ رکھتے تھے، موجودہ تورات میں بھی روزہ داروں کی تعریف کا ذکر ہے اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا چالیس دن روزہ رکھنا ثابت ہے، یروشلم کی تباہی کو یاد رکھنے کیلئے یہود اس زمانہ میں بھی ایک ہفتہ کا روزہ رکھتے ہیں، اس طرح موجودہ انجیلوں میں بھی روزہ کو عبادت قرار دیا گیا ہے اور روزہ داروں کی تعریف کی گئی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزہ فرض کیا گیا تھا اسی طرح تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے تاکہ مسلمانوں کو روزہ رکھنے میں رغبت ہو کیونکہ جب کسی مشکل کام کو عام لوگوں پر لاگو کر دیا جاتا ہے تو پھر وہ سہل ہو جاتا ہے۔

علامہ حصکفیؒ نے لکھا ہے کہ ہجرت کے ڈیڑھ سال اور تحویل قبلہ کے بعد دس شعبان کو روزہ فرض کیا گیا، سب سے پہلے نماز فرض کی گئی پھر زکوٰۃ فرض کی گئی، اس کے بعد روزہ فرض کیا گیا کیونکہ ان احکام میں سب سے سہل اور آسان نماز ہے اس لیے اس کو پہلے فرض کیا گیا پھر اس سے زیادہ مشکل اور دشوار زکوٰۃ ہے کیونکہ مال کو اپنی ملکیت سے نکالنا انسان پر بہت شاق ہوتا ہے پھر اس کے بعد اس سے زیادہ مشکل عبادت روزہ کو فرض کیا گیا کیونکہ روزہ میں نفس کو کھانے پینے اور عمل تزویج سے روکا جاتا ہے اور یہ انسان کے نفس پر بہت شاق اور دشوار ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے بتدریج احکام شرعیہ نازل فرمائے اور اسی حکمت سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارکان اسلام میں نماز اور زکوٰۃ کے بعد روزہ کا ذکر فرمایا، قرآن مجید میں بھی اس ترتیب کی طرف اشارہ ہے

وَ الْخٰشِعِیْنَ وَ الْخٰشِعٰتِ وَ الْمُتَصَدِّقِیْنَ وَ الْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ (الاحزاب: ۳۵)

''اور نماز میں خشوع کرنے والے مرد اور نماز میں خشوع کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔''

صیام کا مقصد تقویٰ کا حصول ہے

محترم سامعین! روزے کا مقصد تقویٰ و پرہیزگاری کا حصول ہے، روزے میں چونکہ نفس پر سختی کی جاتی ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں سے بھی روک دیا جاتا ہے تو اس سے اپنی خواہشات پر قابو پانے کی مشق ہوتی ہے جس سے ضبطِ نفس اور حرام سے بچنے پر قوت حاصل ہوتی ہے اور یہی ضبطِ نفس اور خواہشات پر قابو وہ بنیادی چیز ہے جس کے ذریعے آدمی گناہوں سے رُکتا ہے، قرآن پاک میں ہے:

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ○ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى (النازعات: ۴۰-۴۱)

''اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا تو بیشک جنت ہی ٹھکانا ہے۔

روزہ قاطعِ شہوت ہے

روزہ قاطعِ شہوت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان نوجوانوں کو شادی کی استطاعت نہیں رکھتے روزے رکھنے کا مشورہ دیا کہ اے جوانو! تم میں جو کوئی نکاح کی استطاعت رکھتا ہے وہ نکاح کرے کہ یہ اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے سے نگاہ کو روکنے والا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے اور جس میں نکاح کی استطاعت نہیں وہ روزے رکھے کہ روزہ قاطعِ شہوت ہے (مشکوٰۃ المصابیح)

رمضان المبارک کی فضیلت

معزز سامعین کرام! آپ کی سامنے قرآن کریم کی آیت مبارکہ کی تلاوت کی گئی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (البقرۃ: ۱۸۵)

''رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت اور

رہنمائی ہے اور فیصلے کی روشن باتوں (پر مشتمل ہے) تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے تو ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھے، اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا اور (یہ آسانیاں اس لئے ہیں) تاکہ تم (روزوں کی) تعداد پوری کرلو اور تاکہ تم اس بات پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکرگزار بن جاؤ۔

اس آیت میں ماہِ رمضان کی عظمت وفضیلت کا بیان ہے اور اس کی دو اہم ترین فضیلتیں ہیں، پہلی یہ کہ اس مہینے میں قرآن اترا اور دوسری یہ کہ روزوں کیلئے اس مہینے کا انتخاب ہوا، اس مہینے میں قرآن اترنے کے یہ معانی ہیں کہ رمضان وہ ہے جس کی شان وشرافت کے بارے میں قرآن پاک نازل ہوا، یا قرآن کریم کے نازل ہونے کی ابتدا رمضان میں ہوئی جبکہ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ مکمل قرآن کریم رمضان المبارک کی شبِ قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا اور بیت العزت میں رہا، یہ اسی آسمان پر ایک مقام ہے یہاں سے وقتاً فوقتاً حکمت کے مطابق جتنا جتنا اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا جبریل علیہ السلام لاتے رہے اور یہ نزول تیئس سال کے عرصہ میں پورا ہوا۔

معزز سامعین کرام! رمضان وہ واحد مہینہ ہے کہ جس کا نام قرآن پاک میں آیا اور قرآن مجید سے نسبت کی وجہ سے ماہِ رمضان کو عظمت وشرافت ملی، اس سے معلوم ہوا کہ جس وقت کو کسی شرف وعظمت والی چیز سے نسبت ہو جائے وہ قیامت تک شرف والا ہے، اسی لئے جس دن اور گھڑی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور معراج سے نسبت ہے وہ عظمت وشرافت والے ہوگئے، جیسے حضرت آدم علیہ السلام کی روزِ جمعہ پیدائش پر جمعہ کا دن عظمت والا ہوگیا، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش، وصال اور زندہ اٹھائے جانے کے دن پر قرآن میں سلام فرمایا گیا، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی پیدائش اور زندہ اٹھائے جانے کے دن پر سلام فرمانا قرآن میں مذکور ہے۔

آپ کو رمضان المبارک کی فضیلت اور عظمت کا اندازہ ہوگیا ہوگا کہ اس مبارک مہینے میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر روزے فرض کئے ہیں لیکن آیت کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم پر تنگی نہیں کی بلکہ آسانی فرماتے ہوئے متبادل بھی عطا فرمائے کہ روزہ فرض کیا لیکن رکھنے کی طاقت نہ ہو تو بعد میں رکھنے کی اجازت دیدی، بعض صورتوں میں فدیہ کی اجازت دیدی، کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر ورنہ لیٹ کر اشارے سے پڑھنے کی اجازت دیدی، ایک مہینہ روزہ کا حکم فرمایا تو گیارہ مہینے دن میں کھانے کی اجازت دیدی اور رمضان میں بھی راتوں کو

کھانے کی اجازت دی بلکہ سحری وافطاری کے کھانے پر ثواب کا وعدہ فرمایا، گنتی کے چند جانوروں کا گوشت حرام قرار دیا تو ہزاروں جانوروں، پرندوں کا گوشت حلال فرمایا، کاروبار کے چند ایک طریقوں سے منع کیا تو ہزاروں طریقوں کی اجازت بھی عطا فرمادی، مرد کو ریشمی کپڑے سے منع کیا تو بیسیوں قسم کے کپڑے پہننے کی اجازت دیدی۔ الغرض! یوں غور کریں تو آیت کا معنی روزِ روشن کی طرح ظاہر ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر آسانی چاہتا ہے اور وہ ہم پر تنگی نہیں چاہتا۔

رمضان المبارک کی خاص فضیلت

معزز سامعین کرام! خطبہ میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت پیش کی کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اِذا دخل شهر رمضان فتِحت ابواب السماءِ وغلِقت ابواب جهنم ''جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں'' وسلسِلتِ الشياطِين ''اور شیاطین کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے۔''

اس حدیث میں رمضان المبارک کی ایک خاص فضیلت کی طرف اشارہ ہے کہ اس ماہ میں خصوصی طور پر جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازوں کو بند کردیا جاتا ہے جبکہ انسان کے اصلی دشمن شیاطین کو قید کیا جاتا ہے لیکن پھر کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ جب رمضان میں شیطان قید کردیا جاتا ہے تو پھر لوگ گناہوں میں کیوں مبتلا رہتے ہیں، علماء نے اس سوال کے جواب میں بہت جوابات کئے ہیں لیکن سادہ سی بات ہے کہ ہم سال بھر شیطان کے ساتھ دوستی اور تعلقات برقرار رکھتے ہیں پھر اگر وہ ایک ماہ آرام سے بیٹھ بھی جائے لیکن ہم اندرونی خباثت اور نفس سے مجبور ہوتے ہیں اور گناہوں پر جرآت کر بیٹھتے ہیں۔

اس طرح ایک دوسری حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

> اِذا كان اول ليلة مِن شهرِ رمضان، صفِدتِ الشياطِين،ومردة الجِنِ، وغلِقت ابواب النارِ، فلم يفتح مِنها باب، وفتِحت ابواب الجنة، فلم يغلق مِنها باب(الترمذی:۶۸۲)
>
> ''جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے شیطانوں اور سرکش جنوں کو بیڑیاں پہنا دی جاتی ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پس ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔''

روزہ ڈھال ہے

محترم حضرات ! حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، روزہ ڈھال ہے، روزہ دار نہ جماع کرے، نہ جہالت کی باتیں کرے اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اس کو گالی دے تو وہ دو مرتبہ یہ کہے میں روزہ دار ہوں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ اپنے کھانے پینے اور نفس کی خواہش کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اور (باقی) نیکیوں کا اجر دس گنا ہے۔ (صحیح بخاری)

روزہ داروں کیلئے مخصوص دروازہ

جنت میں روزہ داروں کے لئے ایک دروازہ مخصوص کیا گیا ہے جس کو ریان کہتے ہیں جس طرح حضرت سہلؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے، اس دروازہ سے قیامت کے دن روزہ دار داخل ہوں گے، ان کے علاوہ اور کوئی اس دروازہ سے داخل نہیں ہوگا، کہا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ پھر روزہ دار کھڑے ہو جائیں گے ان کے علاوہ اور کوئی اس دروازہ سے داخل نہیں ہوگا کہا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ پھر روزہ دار کھڑے ہو جائیں گے، ان کے علاوہ اور کوئی اس دروازہ سے داخل نہیں ہوگا، ان کے داخل ہونے کے بعد اس دروازہ کو بند کر دیا جائے گا پھر اس میں کوئی داخل نہیں ہوگا (صحیح بخاری)

شبِ قدر کے فضائل

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں مومنین کے لئے ایک عظیم الشان خصوصیت والی رات بھی مقرر کی گئی ہے، جس کو شب قدر کہا جاتا ہے، شبِ قدر شرف و برکت والی رات ہے، اس کو شبِ قدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس شب میں سال بھر کے احکام نافذ کئے جاتے ہیں اور فرشتوں کو سال بھر کے کاموں اور خدمات پر مامور کیا جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس رات کی دیگر راتوں پر شرافت و قدر کے باعث اس کو شبِ قدر کہتے ہیں اور یہ بھی منقول ہے کہ چونکہ اس شب میں نیک اعمال مقبول ہوتے ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں ان کی قدر کی جاتی ہے اس لئے اس کو شبِ قدر کہتے ہیں، احادیث میں اس شب کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اس رات میں ایمان اور اخلاص کے ساتھ شب بیداری کر کے عبادت کی تو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ (صغیرہ) گناہ بخش دیتا ہے (بخاری شریف)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رمضان کا مہینہ آیا تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک تمہارے پاس یہ مہینہ آیا ہے اور اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا وہ تمام نیکیوں سے محروم رہا اور محروم وہی رہے گا جس کی قسمت میں محرومی ہے۔(ابن ماجہ)

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ یہ رات عبادت میں گزارے اور اس رات میں کثرت سے اِستغفار کرے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ لیلۃ القدر کون سی رات ہے تو اس رات میں میں کیا کہوں؟ ارشاد فرمایا: تم کہو اللھم اِنك عفو كرِيم تحِب العفو فاعف عنِی اے اللہ! بے شک تو معاف فرمانے والا، کرم کرنے والا ہے تو معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے تو میرے گناہوں کو بھی معاف فرما دے (ترمذی شریف) نیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ کون سی رات لیلۃ القدر ہے تو میں اس رات میں یہ دعا بکثرت مانگوں گی، اے اللہ! میں تجھ سے مغفرت اور عافیت کا سوال کرتی ہوں (مصنف ابن ابی شیبہ)

واضح رہے کہ سال بھر میں شبِ قدر ایک مرتبہ آتی ہے اور کثیر روایات سے ثابت ہے کہ وہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے اور اکثر اس کی بھی طاق راتوں میں سے کسی ایک رات میں ہوتی ہے۔

بعض علماء کے نزدیک رمضان المبارک کی ستائیسویں رات شبِ قدر ہوتی ہے اور یہی حضرتِ امام اعظمؒ سے مروی ہے. شبِ قدر کو پوشیدہ کیوں رکھا گیا ہے: امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں ،اللہ عزوجل نے شبِ قدر کو چند وجوہ کی بنا پر پوشیدہ رکھا ہے۔

(۱) جس طرح دیگر اشیا کو پوشیدہ رکھا، مثلاً اللہ عزوجل نے اپنی رضا کو اطاعتوں میں پوشیدہ فرمایا تاکہ بندے ہر اطاعت میں رغبت حاصل کریں، اپنے غضب کو

گناہوں میں پوشیدہ فرمایا تا کہ ہر گناہ سے بچتے رہیں، اپنے ولی کو لوگوں میں پوشیدہ رکھا تا کہ لوگ سب کی تعظیم کریں، دعا کی قبولیت کو دعاوں میں پوشیدہ رکھا تا کہ وہ سب دعاؤں میں مبالغہ کریں، اسمِ اعظم کو اسماء میں پوشیدہ رکھا تا کہ وہ سب اسماء کی تعظیم کریں اور نمازِ وسطی کو نمازوں میں پوشیدہ رکھا تا کہ تمام نمازوں کی پابندی کریں، توبہ کی قبولیت کو پوشیدہ رکھا تا کہ بندہ توبہ کی تمام اقسام پر ہمیشگی اختیار کرے اور موت کا وقت پوشیدہ رکھا تا کہ بندہ خوف کھاتا رہے، اسی طرح شبِ قدر کو بھی پوشیدہ رکھا تا کہ لوگ رمضان کی تمام راتوں کی تعظیم کریں۔

(۲) گویا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، اگر میں شبِ قدر کو معین کر دیتا اور یہ کہ میں گناہ پر تیری جرات کو بھی جانتا ہوں تو اگر کبھی شہوت تجھے اس رات میں گناہ کے کنارے لا چھوڑتی اور تو گناہ میں مبتلا ہو جاتا تو تیرا اس رات کو جاننے کے باوجود گناہ کرنا لاعلمی کے ساتھ گناہ کرنے سے زیادہ سخت ہوتا۔ پس اِس وجہ سے میں نے اسے پوشیدہ رکھا۔

(۳) گویا کہ ارشاد فرمایا میں نے اس رات کو پوشیدہ رکھا تا کہ شرعی احکام کا پابند بندہ اس رات کی طلب میں محنت کرے اور اس محنت کا ثواب کمائے۔

(۴) جب بندے کو شبِ قدر کا یقین حاصل نہ ہوگا تو وہ رمضان کی ہر رات میں اس امید پر اللہ عزوجل کی اطاعت میں کوشش کرے گا کہ ہوسکتا ہے کہ یہی رات شب ِقدر ہو۔ (تفسیر کبیر، القدر، تحت الآیہ)

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں رمضان المبارک کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ بیماروں کو نیک عمل کیلئے صحت کاملہ عطا فرمائے تا کہ وہ رمضان المبارک میں عبادات اور اعمال سے آخرت سنواریں (آمین)

مولانا محمد شفیع چترالی
مدیر روزنامہ ''اسلام'' کراچی

''تفسیر لاہوری'' حضرت مولانا سمیع الحق شہید کا عظیم علمی کارنامہ

دراصل اصل انسان وہی شخص ہے جس میں وحشت اور نفرت نہ ہو بلکہ اس میں الفت اور شفقت پائی جائے، انسان کا مفہوم اور مطلب سمجھنے میں عام طور پر غلطی کی جاتی ہے، عام طور پر انسان کا مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ دو پاؤں، دو ہاتھ، دو آنکھیں، بتیس دانت، دو کان، ایک زبان اور سیدھا قد ہونے کا نام انسان ہے حالانکہ یہ چیز حقیقتا انسان نہیں ہے البتہ انسان کا لفافہ ضرور ہے جس طرح کہ خط لفافہ کو کہا جاتا ہے حالانکہ لفافہ خط نہیں ہوسکتا بلکہ لفافہ کے اندر خط ملفوف ہوتا ہے اگر لفافہ کے اندر خط نہ ہوتو لفافہ بیکار اور فضول ہے اسی طرح اگر اس انسانی لفافہ کے اندر انسانیت پائی جائے تو پھر یہ لفافہ قابل قدر ہے اور اگر اندر انسانیت کا جوہر نہیں ہے تو پھر یہ لفافہ ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہے اور وہ شکل انسانی جس میں انسانیت کا جوہر نہ ہو، اس کی ردی کی ٹوکری دوزخ ہے۔

یہ اقتباس میرے محسن و مخدوم حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی مرتب کردہ ''تفسیر لاہوری'' کا ہے جو ابھی چند روز پہلے دس جلدوں میں زیور طبع سے آراستہ ہوکر منصۂ شہود میں آچکی ہے، میری تو آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں جب برادر مکرم مولانا راشد الحق سمیع کی خصوصی کرم نوازی سے مجھے تفسیر لاہوری کے سیٹ کا گرانقدر تحفہ موصول ہوا اور حضرت شہیدؒ سے آخری ملاقات کا وہ منظر ذہن کی اسکرین پر جھلملانے لگا جب حضرت نے مجھے اس تفسیر پر اپنے کام کا مسودہ دکھایا تھا اور فرمایا تھا کہ اب زندگی میں بس یہی ایک آرزو رہ گئی ہے کہ قرآن کریم کی خدمت کا یہ کام کسی طرح پایہ تکمیل تک پہنچ جائے، میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حضرت نے اتنی پیرانہ سالی، ضعف اور بیماری اور ہنگامہ خیز مصروفیات کے باوجود مسودے پر نہایت باریک بینی سے ایڈیٹنگ کی ہوئی تھی اور کمپوزنگ کی غلطیوں کیساتھ ساتھ کامے اور شوشے کی فروگزاشتوں تک کی بھی نشاندہی کی ہوئی تھی، مجھے بتایا گیا کہ شہادت سے کچھ عرصہ پہلے جب مولانا شہید کے دل کا آپریشن ہوا تھا تو بے ہوشی میں جانے سے پہلے ان کی آخری سرگرمی ''تفسیر لاہوری'' کی ایڈیٹنگ تھی اور کئی گھنٹے کے آپریشن کے بعد جب ان کو ہوش آیا تو بھی انہوں نے پہلا کام اسی مسودے پر نظر ثانی کا کیا۔ ۲ نومبر ۲۰۱۸ء کو جب حضرت کی شہادت کا سانحہ پیش آیا تو آخری تین پاروں کا کام باقی رہ گیا تھا جسے حضرت کے قابل فخر نسبی و روحانی فرزندوں نے حضرت ہی کے اسلوب میں مکمل کیا اور حضرت شہیدؒ کے ذوق کے مطابق نہایت عمدہ ترتیب اور بہترین طباعت کے ساتھ تشنگان علوم قرآن کیلئے چشمہ شیریں کی صورت پیش کردیا ہے (فجزاهم الله أحسن الجزاء)

اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا کہ تفسیر لاہوری کے ذریعے حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اپنی علمی زندگی کے دو سروں کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ باہم ملا دیا ہے۔ ۱۹۵۸ء میں رسمی تعلیم سے فراغت کے بعد مولانا شہیدؒ نے اپنے والد گرامی حضرت مولانا عبدالحقؒ کے مشورے پر لاہور جا کر ولی کامل شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے دورہ تفسیر میں شرکت کی اور اپنے خاص ذوق کے مطابق حضرت کے درسی افادات کو قلمبند کیا تھا اور اس کے تقریبا ساٹھ سال بعد انہوں نے ان افادات کو مزید تحقیق وتبویب کے ساتھ مرتب کر کے شائع کرنے کا بیڑا اٹھایا، جس وقت مولانا شہیدؒ نے مولانا لاہوریؒ کے ہاں دورۂ تفسیر پڑھنے کے لیے رخت سفر باندھا، یہ وہ زمانہ تھا جب برصغیر میں مولانا احمد علی لاہوری کے حلقہ درس کا اس حد تک شہرہ تھا کہ بڑے بڑے علماء اور مدرسین بھی دور دراز سے اس درس میں شرکت کے لیے حاضر ہوتے تھے، یہاں تک کہ دار العلوم دیوبند کے مشایخ بھی مکمل ترجمہ وتفسیر قرآن اور جلالین اور بیضاوی جیسی تفاسیر پڑھ کر سند فراغت حاصل کرنے والے فضلا کو مشورہ دیا کرتے تھے کہ قرآن کریم کی لفظی اور فنی ابحاث کے ساتھ ساتھ اس کے اسرار ورموز اور دین وشریعت کے مزاج اور مصلحتوں کو جاننے میں مزید پختگی اور ساتھ میں باطنی تزکیہ اور روحانی ترقی چاہتے ہو تو مولانا لاہوری کی صحبت میں جا کر استفادہ کرو۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ برصغیر کے عظیم انقلابی لیڈر اور فلسفہ شاہ ولی اللہ کے شارح مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے خاص شاگرد تھے اور انہی سے آپ نے شاہ ولی اللہؒ کے قرآنی علوم ومعارف کی تحصیل کی تھی تاہم آپ نے مولانا سندھیؒ کے ان چند تفردات کی طرف اپنا انتساب نہیں کیا جن پر جمہور علما نے نقد کیا ہے۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ کا تفسیری ذوق امام شاہ ولی اللہؒ سے خوشہ چینی میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ سے زیادہ ملتا ہے اور قرآن کریم کی ہر آیت سے دور حاضر کے مسائل کے حل کے لیے روشنی لینا ان کا خاص ذوق معلوم ہوتا ہے، اس تفسیر میں سماج میں معاشرتی، معاشی، سیاسی اور فکری انقلاب برپا کرنے کے قرآن کریم کے آفاقی پیغام کو مختلف پیرایوں میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ مذکورۃ الصدر اقتباس میں اس کی ایک جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ کے تفسیری افادات کو ان کے بہت سے شاگردوں نے کلی یا جزوی طور پر محفوظ کیا، مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے بھی حضرت کے پورے درس کو لکھا اور اپنے پاس محفوظ رکھا پھر حضرت نے چند برس قبل اس گراں قیمت سرمایے کو امت تک پہنچانے کے لیے اپنے قلم کو تیشہ فرہاد بنا دیا اور اپنے پاس موجود مسودے کے علاوہ دیگر حضرات کے دستیاب مسودوں کو بھی سامنے رکھا، اسی پر بس نہیں بلکہ حضرت لاہوریؒ کی دیگر تقریروں، تحریروں اور رسائل سے بھی تفسیری نکات کو بڑی عرق ریزی کے ساتھ جمع کیا پھر حضرت لاہوری کے ذوق کے مطابق قرآنی آیات کے متنوع موضوعات کو الگ الگ عنوانات دے کر مستقل مضمون کی صورت دی دے اور قرآنی علوم ومعارف کا ایک ایسا حسین گلدستہ تیار کیا جس کی خوشبو ان شاء اللہ قیامت تک چمنستان علم کو مہکاتی رہے گی۔

مولانا مفتی ذاکر حسن نعمانی
استاد تخصص جامعہ حقانیہ

عصری تعلیمی اداروں میں طلبہ وطالبات کی اصلاح وتربیت

کسی بھی جائز فن کی تعلیم حاصل کرنا ملک وملت کی بنیادی ضرورت ہے، اس لیے کہ ملک وملت کی ترقی وبقاء کے لیے تعلیم یافتہ اور ماہرینِ فن کا وجود ہر دور میں ضروری ہے، اس تعلیم کے لیے رجالِ کار اور عمارتوں کی ضرورت ہوتی ہے، ان اداروں میں حکومت اور تعلیمی اداروں کے مختلف قسم کے ذمہ دار افراد کی نگرانی میں ہر دور کی نوجوان نسل، بچے اور بچیاں تعلیم حاصل کرتے ہیں، یہ تعلیم یافتہ نسل پھر ملک وملت کے لیے مختلف قسم کی خدمات سرانجام دیتی ہے، جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ ہر کام کیلئے اہلیت اور امانت ودیانت کی ضرورت ہوتی ہے، یعنی کوالیفکیشن اور کریکٹر سرٹیفکیٹ وغیرہ۔

بدقسمتی سے ان اداروں میں تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلامی تربیت بہت کم یا نہ ہونے کے برابر ہے، افسوس یہ ہے کہ اب تعلیم اور تربیت دونوں زوال پذیر ہیں، جس کے نتیجے میں ہمیں ملک وملت کے لیے جس معیار کے افراد اور رجال کار کی ضرورت تھی، اس معیار پر پورا نہیں اتر رہے۔

بہترین تعلیم وتربیت

تعلیمی وتربیتی میدان کے لیے چند ایسے امور کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں، جن میں مرض کے اسباب اور علاج دونوں کی وضاحت ہو جائے گی۔

(۱) نصابِ تعلیم ایسا ٹھوس اور مضبوط ہو کہ طالب علم اس کو پڑھ اور سمجھ کر متعلقہ شعبہ میں ماہر بن جائے، تجربہ کار ماہرینِ تعلیم اس پر غور کریں۔

(۲) نصاب پڑھانے والے فن کے ماہر ہونے چاہیے، کلاس لینے سے پہلے استاد متعلقہ سبق کو خود سمجھ کر خوب آسان انداز میں خلاصہ اور نچوڑ کے ساتھ پیش کرے، صرف فن کی کتاب نہ پڑھائے بلکہ اس کتاب کو پورا فن سمجھ کر پڑھائے، ،استاذ یہ تصور کرے کہ میں پورا فن اس کتاب کے ضمن میں پڑھا رہا ہوں۔

(۳) شاگردوں کو اولاد سمجھ کر شفقت اور محبت کے ساتھ پڑھائے۔(۴) استاذ غیر حاضری نہ کرے۔

(۵) استاذ کو کورس کی جو کتاب ملے اس پورا اور مکمل پڑھائے۔
(۶) استاذ خود کو ادارہ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ سمجھ کر اپنی ڈیوٹی ایمانداری کے ساتھ کرے۔
(۷) دوران درس شاگرد کو سوال وجواب کا موقع دے۔
(۸) شاگرد میں ادب کے دائرہ میں رہتے ہوئے سبق کے بارے میں سوال کرنے کی ہمت اور جرأت پیدا کرے۔
(۹) استاذ اور شاگرد کو ادب کے دائرہ سے نہیں نکلنا چاہیے۔استاذ اور شاگرد کے بہترین ادب کا مظاہرہ دینی مدارس میں روزمرہ کا مشاہدہ ہے۔
(۱۰) ہر مضمون پڑھاتے ہوئے روزانہ استاذ شاگردوں کے سامنے ایک اخلاقی بات کیا کرے۔
(۱۱) شاگردوں کی صلاحیت کو دیکھتے ہوئے ان کی علمی رہنمائی بہت ضروری ہے، مثلاً فلاں کتاب کا مطالعہ کرو، فلاں استاذ یا پروفیسر سے علمی استفادہ کیا کرو، اصل چیز شاگرد کی صلاحیت معلوم کر کے اس میں نکھار پیدا کرنا ہے۔
(۱۲) شاگرد کو ملک وملت کی امانت سمجھ کر تعلیم وتربیت دینی چاہیے، امانت کا ضیاع خطرناک قومی وملی جرم ہے۔
(۱۳) استاذ خود کو ملک وملت کا خادم، معلم اور مربی سمجھے، دولت کمانا مقصود نہ ہو۔
(۱۴) استاذ شاگردوں کے عقائد، اخلاق اور اعمال کی نگرانی کرے، اس لیے کہ ان تینوں کی اصلاح کے ساتھ باکردار انسان بنے گا، یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ کسی بھی عہدہ سنبھالنے کیلئے صلاحیت کے علاوہ امانت کی سخت ضرورت ہوتی ہے، ذمہ دار شخص اگر اہلیت کے ساتھ ساتھ امین ہو تو سونے پر سہاگہ ہے پھر ہر ادارہ ہر قسم کی کرپشن سے محفوظ ہوگا۔
(۱۵) ہر طالب علم کو بچپن سے ہی علماء وصلحاء کی چھتری کے نیچے رہنا چاہیے۔

واقعہ

علامہ اقبال مرحوم کو جب انگریزوں نے سر کا خطاب دینا چاہا تو علامہ اقبال نے فرمایا کہ پہلے میرے استاذ ''مولوی میر حسن'' کو شمس العلماء کا خطاب دو، انگریزوں نے کہا کہ آپ کے استاذ کا کیا علمی اور ملی کارنامہ ہے، کیا کوئی کتاب لکھی ہے؟ علامہ صاحب نے فرمایا: میں اپنے استاذ کی کتاب اور تصنیف ہوں، علامہ اقبال ہر مجلس میں استاذ کا ادب واحترام کے ساتھ تذکرہ کرتے تھے، علامہ اقبال ابتداء سے ہی مولوی سید میر حسن کی تربیت میں رہے تھے، اس تربیت کی برکت سے مفکر اسلام اور شاعر مشرق بن

گئے ، ملک وملت کے خادم بن گئے ، بڑے بڑے اکابرین دیوبند سے تعلق قائم کیا، انگریزی زبان میں اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے، لیکن گمراہ نہیں ہوئے بلکہ بڑے بڑے علماء کے محبوب شاعر بن گئے۔

آج بھی بہت زیادہ علامہ اقبال پیدا ہوسکتے ہیں لیکن علماء وصلحاء کی چھتری کی نیچے۔اب تو علماء کیا ، اسلام سے صرف بھاگتے ہی نہیں بلکہ اسلام سے الرجک ہیں، اسلاموفوبیا کی بیماری میں کچھ مبتلاء ہوگئے اور کچھ ہورہے ہیں۔قرآن کھلے اور واضح الفاظ میں پکار رہا ہے کہ اسلاموفوبیا والے مریض ذاتی بیوقوف ہیں، عقل منداور ہوش منداسلام سے کبھی نہیں بھاگتا، اسلام سے بھاگنا تو بالکل ایسا ہے جیسے انسانیت کے دائرہ سے نکل کر حیوانیت کے دائرہ میں داخل ہونا، قرآن کہتا ہے کہ وَمَنۡ يَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّةِ اِبۡرٰهٖمَ اِلَّا مَنۡ سَفِهَ نَفۡسَهٗ ''ملت ابراہیمی (اسلام) سے تو وہی روگردانی (بھاگنا) کرے گا، جو اپنی ذات ہی سے احمق (بیوقوف) ہو۔''

(۱۶) فنی کتابوں کے علاوہ ہر کلاس کے لیے اسلامیات کی ایسی لازمی کتاب ہو، جس میں اسلامی عقائد، اخلاقیات اور اعمال واحکام کے ابواب ہوں۔ (۱۷) استاذ شاگرد کا ایسا ذہن بنائے کہ وہ ملک وملت کا ہمدرد، خیرخواہ اور خادم بن جائے اور ملک وملت کیساتھ مخلص ہو۔

(۱۸) ان تعلیمی اداروں میں مختلف علماء وصلحاء کے ذریعہ اصلاحی بیانات کرائیں جائیں، اسکولوں میں تو اصلاحی بیان بہت آسان ہے، روزانہ پورے اسکول کی اسمبلی میں ہوتی ہے ، چند دنوں کے وقفوں کے ساتھ پندرہ یا بیس منٹ کا بہترین اصلاحی بیان ہوسکتا ہے۔

(۱۹) مخلوط تعلیم کو مکمل ختم کرنا چاہیے، جہاں مجبوری ہو، اس میں شرعی رخصت والے حدود کی رعایت ضروری ہے۔ (۲۰) طلبہ وطالبات کے ہاسٹلز کی کڑی نگرانی ضروری ہے۔

(۲۱) ان تعلیمی اداروں میں دعوت وتبلیغ کے کام کی خوب پذیرائی کرنی چاہیے۔

(۲۲) موبائل کے مثبت استعمال کے لیے ترغیب (فضائل) اور ترہیب (وعید) سے کام لینا چاہیے

(۲۳) ہر قسم کے نشہ پر پابندی لگانی چاہیے ، سگریٹ ، نسوار ، آئس ، چرس اور ہیروین سے بچنے کی ترغیب اور اس جرم کے مرتکب کو سخت سزا دینی چاہیے۔

(۲۴) طلبہ وطالبات کے والدین اور سرپرستوں کے ساتھ مکمل ربط رکھنا چاہیے ، اس کے لیے کوئی طریقہ کار وضع کرنا چاہیے۔

(۲۵) صحت مند رہنے کے لیے تعلیمی اداروں میں کھیل کود اور ورزش کا شرعی دائرہ میں انتظام ہونا چاہیے، یہ بھی صحیح نہیں کہ قوم کا بچہ بچہ کھلاڑی بن جائے ،کھیل اور تفریح کا مقصد صرف صحت مند زندگی گزارنا ہے۔

مفتی محمد انور شاہ
جامعہ بیت السلام کراچی

عمومِ بلوی کی شرعی حیثیت
شرائط اور وضاحتی مثالیں

اسلام ایسا دین فطرت اور ضابطہ حیات ہے جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے، اس میں انسانی مزاج، خواہشات، ضرورت، حاجت، عذر، کمزوریوں اور مشقتوں کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ حرج، تنگی، مشقت، پریشانی اور معتبر عذر کے وقت اجازت، سہولت، وسعت، گنجائش اور لچک سے کام لیا گیا ہے، تاکہ انسان اس کی روشنی میں اپنی زندگی اعتدال کے ساتھ خوشگواری کی حالت میں گزار سکے اور شریعت پر عمل کرنے میں کوئی دشواری، تنگی اور مشقت محسوس نہ کرے، فقہائے کرامؒ نے قرآن وسنت کی روشنی میں تخفیف و رخصت کے بنیادی طور پہ سات اسباب بیان فرمائے ہیں جبکہ ماضی قریب کے بعض علماء نے مزید تفصیل وتشقیق سے کام لیتے ہوئے چودہ اسباب بیان فرمائے ہیں، ان اسبابِ تخفیف میں ایک اہم سبب عموم بلوی ہے۔

عمومِ بلوی

عمومِ بلوی دولفظوں سے مرکب ہے (۱) عموم اور (۲) بلوی

لفظ عموم باب نصر ینصر کا مصدر ہے، اس کا لغوی معنی ہے: عام ہونا، پھیل جانا (مختار الصحاح: ۴۶۷ بیروت) (لسان العرب لابن منظور مادۃ عم ۱۰/۲۸۷) اور لفظِ بلوی بھی باب نصر ینصر کا مصدر ہے، جس کا لغوی معنی: آزمائش، امتحان اور مشقت کے ہیں (لسان العرب: ١٤/١٠٣/فصل فی الباء الموحدة) (مختار الصحاح: ٧٣)

عمومِ بلوی کی اصطلاحی تعریف

عموم بلوی سے مراد یہ ہے کہ کوئی ممنوع چیز اتنی عام اور اس قدر پھیل جائے کہ عام آدمی کیلئے اس سے بچنا واقعتاً مشکل اور دشوار کن ہو جائے۔ ڈاکٹر شیخ عبد الکریم زیدان عمومِ بلوی کی تعریف کے متعلق لکھتے ہیں: شیوع ما یتعرض له الانسان بحیث یصعب له التخلص منه (الوجیز فی

شرح القواعد الفقهية،٦١/بیروت) ''عمومِ بلوی کا مطلب ہے کسی چیز کا اس طور پر پھیل جانا کہ جس سے بچنا انسان کے لیے مشکل تر ہو جائے۔'' ملک شام کے مشہور عالمِ دین شیخ ڈاکٹر وہبہ زحیلی صاحب نے عمومِ بلوی کی تعریف یوں بیان کی ہے:شیوع البلاء بحیث یصعب علی المرء التخلص اوالابتعادمنه (نظرية الضرورية الشرعية:١٢٣،بيروت) ''یعنی مصیبت کا اس قدر عام ہونا کہ آدمی کیلئے اس سے چھٹکارا حاصل کرنا اور بچنا دشوار ہو جائے۔''

معجم الفقہاء میں اس کی تعریف یوں بیان ہوئی ہے:عموم البلوی: شیوع المحظور شیوعاً یعسر علی المکلف معه تحاشیه (معجم لغة الفقهاء :٣٢٢) یعنی کسی ممنوع چیز کا اس قدر پھیل جانا کہ آدمی کیلئے اس سے دور رہنا مشکل ہو جائے۔

عمومِ بلوی کا حکم

عمومِ بلوی کا حکم یہ ہے کہ جن امور میں نص قطعی اور نص صریح موجود نہ ہو وہاں عمومِ بلوی کی وجہ سے عدمِ جواز کا حکم ساقط ہو جاتا ہے، مکروہات میں تخفیف آجاتی ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں بلی کو درندہ قرار دیا گیا ہے، یعنی بلی کا حکم وہی ہے جو درندہ کا ہے اور درندے کا گوشت، لعاب اور جھوٹا ناپاک و نجس اور حرام ہے لہٰذا قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ بلی کا جھوٹا بھی ناپاک ہو مگر چونکہ بلی کے جھوٹے سے عام طور پر بچنا دشوار ہوتا ہے، اس لیے ابتلائے عام کی وجہ سے بلی کے جھوٹے کی نجاست ساقط ہوگئی ہے البتہ کراہت باقی ہے، چنانچہ اس سلسلے میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ خود ایک مرتبہ نماز پڑھ رہی تھیں انہوں نے گھر میں ہریسہ (ایک خاص قسم کا کھانا جو گوشت اور گندم سے تیار کیا جاتا تھا) ایک پیالے میں رکھا ہوا تھا، اس دوران بلی آکر اس سے کھا گئی، جب حضرت عائشہؓ نماز سے فارغ ہوئیں تو انہوں نے پڑوس کی خواتین کو اپنے گھر بلایا تا کہ وہ ان کے ساتھ اس خاص کھانے میں شریک ہو جائیں، چنانچہ جب وہ خواتین کھانا کھانے کیلئے بیٹھ گئیں تو اس جگہ سے پرہیز کرنے لگیں جہاں بلی نے منہ مارا تھا، حضرت عائشہؓ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اسی جگہ سے تناول فرمایا جہاں سے بلی نے کھایا تھا اور فرمایا کہ میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بلی کا جھوٹا ناپاک نہیں ہے کیونکہ وہ تمہارے گھر میں کثرت سے آتی رہتی ہے (ابو داؤد: باب سور الهرة)

بہر حال! حاصل یہ ہے کہ قیاس کا تقاضہ تو یہی ہے کہ بلی کا جھوٹا ناپاک ہو مگر اس حدیث کی وجہ سے اس کی نجاست ساقط ہوگئی ہے البتہ کراہت باقی ہے، علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ: بلی کا جھوٹا اپنی اصل کے اعتبار سے نجس ہے، لیکن عمومِ بلوی کی وجہ سے اس کی اجازت دی گئی ہے، حدیث میں ذکر کردہ

علتِ طواف خود کراہتِ تنزیہی پر دلالت کرتی ہے (فتح القدیر: ج۱،ص۱۱۶،بیروت) لیکن جس چیز میں ابتلائے عام نہ ہو اس کے متعلق کراہت میں تخفیف نہیں آئے گی بلکہ اس کی ممانعت بحالہ باقی رہے گی، جیسے گدھے کا گوشت کہ اس میں عمومِ بلوی نہیں ہے اس لیے اس کی ممانعت اپنی جگہ بعینہ باقی رہے گی۔علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:أن كان الأصل فيه الحرمة ،فان سقطت لعموم البلوىٰ فتنزيه كسؤر الهره والا فتحريم كلحم الحمار (رد المحتار:۹/۵۵/کتاب والاباحة /رشیدیه) یعنی اگر اصل کے اعتبار سے اس میں حرمت موجود ہو لیکن عمومِ بلوی کی وجہ سے وہ حرمت ساقط ہو چکی ہو تو پھر کراہتِ تنزیہی کے درجہ میں آجاتی ہے (یعنی عمومِ بلوی کی وجہ سے وہ چیز مکروہِ تحریمی کے بجائے مکروہ تنزیہی شمار ہوگی)اور اگر عموم بلوی نہ ہو تو مکروہ تحریمی اپنی حالت پر باقی رہے گی،جیسا کہ گدھے کا گوشت۔مبسوط میں ہے فللبلوى تاثير فى تخفيف حكم النجاسة (۲۳/۲۱)''عمومِ بلوی کی وجہ سے نجاست کے حکم میں تخفیف ہو جاتی ہے۔''

عمومِ بلوی کی حجیت قرآن کی روشنی میں

عمومِ بلوی کی مشروعیت اور جواز قرآن وسنت دونوں سے ثابت ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

(۱) يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِّنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (سورة النور:۵۸)

اس آیتِ کریمہ میں نابالغ بچوں ،غلاموں اور خدام کے خلوت گاہ میں داخل ہوتے وقت اجازت کے احکام موجود ہیں چونکہ نابالغ بچےاور خدام وغیرہ عموما ساتھ ایک گھر میں رہتے ہیں، ہر وقت ان کا آنا جانا رہتا ہے،ان سے عورتوں کا پردہ بھی نہیں ہوتا،اس لیے ان کے لیے حکم یہ ہے کہ تین اوقات میں ان کو بھی کمرہ میں داخل ہوتے وقت اجازت لینی چاہیے،وہ تین اوقات یہ ہیں فجر کی نماز سے پہلے، دوپہر کو آرام کرتے وقت اور عشا کی نماز کے بعد،ان اوقات میں اقارب، محارم یہاں تک کہ نابالغ بچوں اور غلام کو بھی اجازت کا پابند کیا گیا ہے کہ ان تین اوقات میں کوئی بھی کسی کی خلوت گاہ میں بغیر اجازت کے نہ جائے کیونکہ یہ اوقات خلوت اور استراحت کے ہیں،البتہ باقی اوقات میں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ بچوں اور خدام وغیرہ کا بکثرت آنا جانا اور میل جول ہوتا ہے اب اگر ہر وقت ان پر اجازت لینے کی پابندی لگائی جائے تو اس سے

دشواری اور تنگی پیدا ہوگی، آیتِ کریمہ میں لفظِ طوافون سے اسی طرف اشارہ ہے، اس لئے ابتلا عام کی وجہ سے تنگی اور دشواری کو ختم کرتے ہوئے دیگر اوقات میں اجازت لینے کے حکم کو ساقط کردیا گیا ہے، اسی کو فقہ اسلامی کی زبان میں عمومِ بلوی کہتے ہیں کہ ابتلائے عام کے وقت لوگوں کی مشکلات کو سامنے رکھ کر شرعی حدود میں رہتے ہوئے آسانی کا جائز راستہ تلاش کیا جائے۔

(۲) يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا (سورۃ النسا:۲۸)

''اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ کرے اور انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔''یعنی اللہ تعالی نے انسان کی ضروریات اور مشکلات کا لحاظ کر کے آسان اور ہلکے احکام نازل فرمائے ہیں تا کہ ان آسان اور نرم احکام پر سب بآسانی عمل پیرا ہوسکیں۔

(۳) وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (الحج:۷۸)

''اور تم پر دین کے معاملے میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔''

حضراتِ مفسرین نے اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ شریعت نے انسانوں پر ایسے معتدل اور مناسب احکام لازم کیے ہیں، جن پر عام حالات میں عمل کرنے سے بہت زیادہ مشقت، تنگی اور پریشانی لاحق نہیں ہوتی بلکہ شریعت میں کوئی ایسا حکم نہیں ہے جو انسان کی طاقت سے باہر ہو، دوسری طرف شریعت نے غیر معمولی اور ہنگامی صورتِ حال یعنی ضرورت و حاجت اور ابتلائے عام کے وقت لچک، وسعت، گنجائش، سہولت اور آسانیاں فراہم کی ہیں، جیسے سفر میں نماز کا قصر، بیماری میں تیمّم وغیرہ، فقہائے کرام نے اسی آیتِ کریمہ سے مندرجہ ذیل فقہی قواعد کا استنباط کیا ہے، مثلاً: إن المشقة تجلب التيسير والضرورات تبيح المحظورات وإن الضرر يزال وغيره، وفى تفسير السعدى:وما جعل عليكم فى الدين من حرج :اى مشقة و عسر،بل يسره غاية التيسير،وسهله بغاية السهولة، فاولًا ما امرو الزم إلا بما هو سهل على النفوس،لا يثقلها ولا يؤودها،ثم إذ اعرض بعض الاسباب الموجبة للتخفيف،خفف ما امر به،ما باسقاطه ، واسقاط بعضه، ويؤخذ من هذه الاية:قاعدة شرعية وهى إن المشقة تجلب التيسير والضرورات تبيح المحضورات فيدخل فى ذلك من الاحكام الفرعية،شيى كثير معروف فى كتب الاحكام (تفسير السعدى:الحج:۷۸) وفى تفسير الوسيط الطنطاوى:ومن مظاهر رحمته بكم أيها المؤمنون،إنه سبحانه لم يشرع فى هذا الدين الذى يدينون به ما فيه

مشقة بكم، او ضيق عليكم وإنما جعل امر هذا الدين مبنى على اليسر والتخفيف ورفع الحرج، ومن قواعده التى تدل على ذلك: ان الضرر يزال وان المشقة تجلب التيسير وان اليقين لا يزول بالشك(تفسير الوجيز لطنطاوى، سورالحج:۷۸)

(٤) يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرة:١٨٥)

''اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنا چاہتا ہے اور تمہیں مشکل میں اور تنگی میں نہیں ڈالنا چاہتا''

عمومِ بلویٰ احادیث طیبہ کی روشنی میں

احادیث طیبہ کے عظیم ذخیرہ میں بہت سی احادیث سے بھی یہ بات واضح طور پر ثابت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشقتِ شدیدہ ، تنگی اور ابتلائے عام کے وقت تخفیف ، وسعت اور آسانی کا حکم فرمایا ہے، ذیل میں صرف چند احادیث پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۱) يسروا ولا تعسرواوبشروا ولا تنفروا (البخارى: كتاب العلم/باب ما كان النبىؐ ينخولهم بالموعظة)

''لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کیا کرو، انہیں تنگی اور مشقت میں نہ ڈالو، لوگوں کو خوشخبری سناؤ، انہیں نفرت نہ دلاؤ''

(۲) إنما بعثتم ميسرين ولم تبعثوا معسرين (البخارى: كتاب الوضوا/باب صب الماء على البول)

''تمہیں اس لیے مبعوث کیا گیا ہے تاکہ تم آسانی اور سہولت کا معاملہ کرو نہ کہ تنگی اور پریشانی کا۔''

(۳) بنو اشهل کی ایک خاتون حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے گھروں سے مسجد کی طرف جو راستہ نکلا ہوا ہے اس میں اکثر گندگی رہتی ہے خاص کر جب بارش ہوجائے تو گندگی پانی کے ساتھ مل جاتی ہے اور پھر اس سے بچنا مشکل ہوتا ہے، ایسی صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ آپؐ نے ان سے فرمایا کہ اس کے بعد صاف راستہ شروع نہیں ہوتا؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں! اس کے بعد صاف راستہ آتا ہے، آپؐ نے فرمایا: یہ صاف راستہ اس گندگی کو صاف کردے گا یعنی صاف جگہ کے رگڑنے سے وہ گندگی صاف ہوجائے گی(ابو داؤد: كتاب الطهارة، باب فى الاذى۱/۹)

اس حدیث سے اتنی بات تو واضح طور پر معلوم ہوئی کہ جس چیز سے بچنا مشکل ہو وہاں تخفیف اور آسانی آجاتی ہے، قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات کریمہ اور احادیثِ طیبہ سے معلوم ہوا کہ اسلام نے انسانوں کے مفادات ومصالح، تنگی وحرج، ضرورت و حاجت ، کمزوریوں اور مشقتوں کا پورا پورا لحاظ و

پاس رکھا ہے، اس لئے مقاصد شریعت میں رفعِ حرج و تنگی، دفع ضرر ومشقت اور ابتلا عام کے معتبر ہونے کو نمایاں مقام حاصل ہے۔

عمومِ بلوی کے معتبر ہونے کی شرائط وحدود

واضح رہے کہ ان آیات واحادیث کا ہرگز یہ منشا نہیں کہ عمومِ بلوی یعنی ابتلائے عام کے وقت وسعت وگنجائش اور سہولت و لچک کیلئے ہر انسان کو آزاد چھوڑ دیا جائے یا اس کی حدود کی تعیین کے لیے ہر ایک شخص کو ترازو ہاتھ میں دے دیا جائے کہ وہ اپنی نفسانیت اور خواہش کے مطابق اس کو تولتا رہے کہ ایسا کرنا اباحیت کے دروازے کو کھولنے کے مترادف ہوگا، اس لئے فقہائے کرامؒ نے عمومِ بلوی کے معتبر ہونے کیلئے چند شرائط مقرر کی ہیں جن کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱) عمومِ بلوی کسی نص قطعی اور نص صریح سے معارض نہ ہو

جن مسائل کے متعلق قرآن کریم یا سنتِ نبویؐ میں نص قطعی یا نص صریح موجود ہو ان میں کسی قسم کا اجتہاد نہیں ہوسکتا، اس لئے ایسے معاملات میں عمومِ بلوی کی کوئی گنجائش نہیں، عمومِ بلوی کا اعتبار وہیں ہوتا ہے جہاں کوئی نص قطعی موجود نہ ہو، مثلاً سود کا حرام ہونا قرآن کریم کی واضح نصوص سے ثابت ہے، کسی بھی طرح کے سود کو حلال بنانے کیلئے اجتہاد کرنا یا عمومِ بلوی یا ابتلائے عام کو سند بنانا شریعت سے انحراف کے مترادف ہے لہٰذا اگر کسی ملک یا ساری دنیا میں سودی کاروبار اور شراب نوشی عام ہوجائے، اسی طرح سٹہ بازی یا ایسا کاروبار جو اس کی تعریف میں آتا ہو رواج پذیر ہوجائے، یا عورتیں پردہ بالکل ترک کردیں تو ان امور میں عمومِ بلوی کا اعتبار بالکل نہیں کیا جائے گا کیونکہ نص قطعی کے مقابلے میں عمومِ بلوی کا اعتبار نہیں ہوتا۔

عمومِ بلوی نص ظنی کے معارض ہو

اگر عمومِ بلوی نص ظنی کے معارض ہو تو ایسی صورت میں عمومِ بلوی پر عمل کیا جائے گا؟ یا خبر واحد پر؟ چنانچہ اس سلسلے میں فقہا کرام کا اختلاف ہے، امام سرخسیؒ اور علامہ ابن نجیمؒ کا مذہب یہ ہے اگر نص ظنی اور عموم بلوی میں تعارض ہوجائے تو ایسی صورت میں نص ظنی (خبر واحد) پر عمل کیا جائے گا۔امام سرخسیؒ فرماتے ہیں: وإنما تعتبر البلوى فيما ليس فيه نص بخلافه فأما مع وجود النص لامعتبر به (المبسوط: ج٤، ص١٠، تبيين الحقائق: ج٢، ص٨٠) ''عمومِ بلوی کا اعتبار وہاں کیا جائے گا جہاں اس کے خلاف کوئی نص موجود نہ ہو۔ جہاں نص موجود ہو وہاں عمومِ بلوی کا اعتبار نہیں کیا جائے گا''

وقال ابن نجیمؒ: ولا اعتبار عنده بالبلوی فی موضع النص، وقال الحمویؒ: المشقة والحرج انما یعتبران فی موضع لا نص فیه، وإما مع النص بخلافه فلا.(غمز عیون الابصار شرح کتاب الاشباه والنظائر ۱ ص ۲۷٤، تحت القاعدة الرابع: المشقة تجلب التیسیر/بیروت)

جبکہ علامہ ابن ہمامؒ اور بعض دیگر فقہا کرام کی رائے یہ ہے کہ اگر عمومِ بلوی اور نص ظنی میں ٹکرا آجائے تو خبر واحد کو چھوڑ کر عمومِ بلوی پر عمل کیا جائے گا، علامہ ابن ہمامؒ فتح القدیر میں لکھتے ہیں:

وما قیل ان البلوی لاتعتبر فی موضع النص عنه، کبول الانسان ممنوع، بل تعتبر اذا تحققت، بالنص النافی للحرج وهو لیس معارضه للنص بالرأی (فتح القدیر: ۱۸۹/۱) ''یہ جو بات کہی جاتی ہے کہ عمومِ بلوی اس مسئلے میں معتبر نہیں ہے جس میں نص موجود ہو، یہ بات نا قابل تسلیم ہے، نص کی موجودگی میں بھی عموم کا اعتبار کیا جائے گا بشرطیکہ عمومِ بلوی متحقق ہو، اس نص کی بنا پر جو حرج کی نفی کرتی ہے اور یہ رائے کے ذریعے نص کا معارضہ نہیں ہے۔''

اس مسئلے کے متعلق امام سرخسیؒ اور علامہ ابن نجیمؒ کا قول راجح معلوم ہوتا ہے لیکن مجھے دیگر فقہی عبارات اور جزئیات کی روشنی میں یہ بات زیادہ درست معلوم ہوتی ہے کہ عمومِ بلوی کی وجہ سے حدیث (خبر واحد) کو بالکلیہ چھوڑنا تو درست نہیں ہے البتہ حدیث میں تخصیص کر کے یوں کہا جاسکتا ہے کہ جس صورت کے متعلق حدیث وارد ہوئی ہے وہ تو ناجائز ہے لیکن دیگر صورتیں عمومِ بلوی کی وجہ سے جائز ہیں، جیسا کہ بلخ کے فقہائے کرام نے قفیز الطحان سے ملتی جلتی صورتوں کو تعامل کی بنیاد پر اس لئے جائز کہا ہے کہ عرف و تعامل کی وجہ سے اگرچہ حدیث کو منسوخ تو نہیں کیا جاسکتا البتہ اس میں تخصیص کی جاسکتی ہے، علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں:

لو دفع إلی حائك غزلا لینسجه بالثلث فمشایخ بلخ کنصیر بن یحیی ومحمد بن سلمه وغیرهما کانوا یجیزون هذه الجار فی الثیاب لتعامل هل بلدهم فی الثیاب، والتعامل حجة یترك به القیاس ویخص به الاثر وتجوز هذه الجار فی الثیاب للتعامل بمعنی تخصیص النص الذی ورد فی قفیز الطحان، لإن النص ورد فی قفیز الطحان لا فی الحایك إلا إن الحایك نظیره فیکون واردا فیه دلالة فمتی ترکنا العمل بدلالة هذا النص فی الحایك عملنا بالنص فی قفیز الطحان کان تخصیصا لاترکاً اصلًا وتخصیص النص بالتعامل جائز(شرح عقود رسم المفتی: ص ۱٤)

''اگر کسی نے کپڑا بننے والے کو کپڑا اس شرط پر دے دیا کہ اس کپڑے کی ایک تہائی مقدار کے بدلے

میں اسے کپڑا بن دے گا تو بلخ کے مشائخ جیسے نصیر بن محمد یحییٰ، محمد بن سلمہ وغیرہ نے اس صورت کو جائز قرار دیا ہے کیونکہ ان کے شہر میں اس طرح معاملہ کرنے کا عام رواج تھا اور تعامل ایک ایسی دلیل ہے جس کی وجہ سے قیاس کو ترک کیا جا سکتا ہے اور حدیث میں تخصیص کی جا سکتی ہے، لہٰذا تعامل کی وجہ سے کپڑوں کے اجارہ میں اس صورت کو جائز قرار دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ قفیز الطحان سے متعلق وارد حدیث کے اندر تخصیص کردی گئی ہے کیونکہ حدیث قفیز الطحان سے متعلق ہے، کپڑے بننے سے متعلق نہیں البتہ کپڑا بننے کی صورت اس کی نظیر ہے، اس لئے وہ حدیث دلالۃً اس کے بارے میں بھی ہوگی لہٰذا ہم نے تعامل کی وجہ سے کپڑا بننے کے مسئلہ میں اس حدیث پر عمل نہیں کیا اور قفیز الطحان کے سلسلے میں اس حدیث پر عمل کیا تو یہ حدیث میں تخصیص ہوئی، حدیث کو بالکلیہ ترک کرنا نہ ہوا اور تعامل کی وجہ سے حدیث میں تخصیص کی جا سکتی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اگر قفیز الطحان کا رواج ہوجائے تو تعامل کی وجہ سے اس کو جائز نہیں قرار دیا جا سکتا کہ اس سے حدیث کو بالکلیہ چھوڑنا لازم آتا ہے جو کہ درست نہیں ہے، البتہ اس سے ملتی جلتی صورتوں کا تعامل ہوجائے تو تعامل کی وجہ سے حدیث میں تخصیص کرکیان کو جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ عموم بلوی کی وجہ سے واقعتاً مسلمانوں کی اجتماعی ضرورت متحقق ہو، محض وہم اور تن آسانی کی بنیاد پر عموم بلوی کا فیصلہ کرنا درست نہیں ہوگا۔

(۳) عموم بلوی پر مبنی احکام کی سہولت ابتلائے عام کے وقت تک محدود ہوگی، ابتلائے عام ختم ہوتی ہی سہولت وتخفیف کا حکم ختم ہوجائے گا۔ یہ شرط فقہ کے اس مشہور قاعدہ سے ماخوذ ہے (ماجاز لعذر بطل بزواله) جو چیز کسی عذر کی بنا پر جائز قرار دی گئی ہو تو عذر ختم ہوتے ہی جواز کا حکم بھی ختم ہوجاتا ہے۔

(۴) عموم بلوی بالفعل موجود ہو، آئندہ اس کے وقوع کا اندیشہ معتبر نہیں۔

(۵) عموم بلوی کے تحقق کا فیصلہ ارباب علم واہل فتویٰ حضرات کی رائے پر موقوف ہوگا، عوام کا فیصلہ اس سلسلے میں معتبر نہیں ہوگا نیز اس سلسلے میں مناسب یہ ہے کہ کوئی ایک مفتی خود رائی کیساتھ فیصلہ نہ کرے بلکہ دیگر اہل فتویٰ حضرات سے مشورہ کرے اگر وہ بھی متفق ہوں تو اتفاق رائے کیساتھ ایسا فتوی دیا جائے

عموم بلوی کی وضاحتی مثالیں

جن مسائل میں فقہائے کرام نے عموم بلوی کو بنیاد بنا کر سہولت، وسعت اور گنجائش کا حکم

لگایا ہے ان کی تعداد تو فقہی کتب میں کافی زیادہ ہے جس کا احاطہ اس مختصر مضمون میں مشکل ہے اس لئے ذیل میں عموم بلوی کو مزید واضح کرنے کے لیے صرف پانچ مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۱) پیشاب کی باریک چھینٹیں

پیشاب کا ایک قطرہ قطرہ نجس و ناپاک ہے لیکن پیشاب کرتے وقت بدن اور کپڑے پر سوئی کی نوک کے برابر باریک چھینٹیں پڑ ہی جاتی ہیں، عام طور پر اس سے بچنا مشکل ہوتا ہے، اس لئے شریعت نے عام لوگوں کے ابتلاء کی وجہ سے اس کو معاف قرار دیا ہے لہٰذا پیشاب کے ایسی باریک چھینٹیں جو سوئی کی نوک کے برابر ہوں معاف ہے، ان سے کپڑا اور بدن ناپاک نہیں ہوگا وفی التنویر مع شرحه: وبول انتضح كرأس إبر، وفي الشامية تحته: والحاصل إن في المسلة قولين مبنيين على الاختلاف في المراد من قول محمدؒ كرأس إلابر، إحدهما: إنه قيد به عن رسها من الجانب الآخر وعن رأس المال وثانيهما: أنه غير قيد وإنما هو تمثيل للتقليل، فيعفى عنه سواء كا مقدار رسها من جانب الاخر زومن جانب الثقب، ومثله ماكان كرأس المسئلة، وعلمت أنه في الكافي اختار القول الثاني ولكن ظاهر المتون والشروح اختار الاول لأن العلة الضرورة قياسا على ما عمت به البلوى مما على إرجل الذناب فإنه يقع على النجاسة ثم يقع على الثياب، قال في النهاية ولا يستطاع الاحتراز عنه۔ ج۱، ص ۲۲۳، باب الانجاس)

(۲) بارش میں کیچڑ اور پانی کے چھینٹوں کا مسئلہ

بارش کی موسم میں راستوں پر موجود کیچڑ اور پانی کے چھینٹے اگر کپڑوں یا بدن پر لگ جائیں تو عموم بلوی کی وجہ سے فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ ان چھینٹوں سے کپڑا اور بدن ناپاک نہیں ہوگا بشرطیکہ اس میں نجاست کا اثر محسوس نہ ہو وفي ردالمحتار: طين الشوارع عفو وإن ملأ الثوب للضرورة ولومختلطابالعذرات وتجوز الصلاة معه ، والحاصل إن الذي ينبغي إنه حيث كان العفو للضرورة، ولا فلا ضرورة(ج۱، ص ۳۲٤، باب الانجاس وكذا في حاشية الطحطاوي: ج۱، ص۱٦۱ باب الانجاس)

(۳) تر نجاست سے جوتے کی پاکی کا مسئلہ

جوتے اور چمڑے کے موزے پر اگر تر نجاست لگ جائے جیسے گوبر، پاخانہ اور خون وغیرہ اور خشک ہونے سے پہلے جوتے اور موزے کو زمین پر رگڑا جائے تو جمہور کے نزدیک محض زمین پر رگڑنے سے

جوتا اور موزہ پاک نہیں ہوگا کیونکہ تر نجاست زمین پر رگڑنے سے اور زیادہ پھیل جاتی ہے، ظاہر ہے کہ اس سے جوتا اور موزہ مزید ملوث ہوگا نہ کہ پاک لیکن امام ابویوسفؒ کے نزدیک اس صورت میں اگر جوتے اور موزے کو اچھی طرح رگڑ دیا جائے یہاں تک کہ نجاست کا اثر ختم ہوجائے تو عموم بلوی کی وجہ سے جوتا اور موزہ وغیرہ پاک ہوجائے گا دھونے کی ضرورت نہیں۔صاحب ہدایہؒ،علامہ ابن ہمامؒ اورعلامہ ابن عابدین شامیؒ نے عموم بلوی یعنی ابتلائے عام کی وجہ سے حضرت امام ابویوسفؒ کے قول کو راجح قرار دیا ہے۔

وفي الرطب لايجوز حتى يغسله،لان المسح بالأرض يكثره ولايطهره،وعن ابى يوسف إنه إذا مسحه بالأرض حتىٰ لم يبق اثرا لنجاسة يطهرلعموم البلوى(فتح القدير،كتاب الطهارة ج١،ص٩٤) وفى ردالمحتار:وعلى قول أبى يوسف أكثر المشائخ وهو الاصح، المختار وعليه الفتوى لعموم البلوى۔(ج١،ص ٣١٠)

(۴) نماز میں قراءت کے دوران ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنے کا مسئلہ

نماز میں قراءت کے دوران اگر ایک حرف دوسرے حرف سے بدل جائے تو نماز کے فساد اور عدم فساد کے متعلق متقدمین فقہائے کرام کے نزدیک تفصیل یہ ہے کہ اگران دوحرفوں کا مخرج ایک یا متقارب ہو اور ایک حرف کا دوسرے سے بدل لینا بقواعد عربیت جائز بھی ہو یعنی بدلنے سے معنی مراد میں زیادہ تغیر فاحش نہ پیدا ہوتا ہو تو ان کے باہمی تبدیلی سے نماز فاسد نہ ہوگی،خواہ کوئی بھی حرف ہو اور کسی طرح بھی بدلا جائے،مثلاً: قاف اور کاف،سین اور صاد وغیرہ اور جہاں یہ صورت نہ ہو بلکہ اس کے تبدیلی سے معنی میں تغیر فاحش پیدا ہوجائے وہاں نماز فاسد ہو جائے گی، چنانچہ متقدمین کے قول کے موافق جب کوئی شخص ضاد کو ظا خالص سے بدل دے، یا دال پڑھے، دونوں صورتوں میں معنی پر غور کیا جائے گا،اگر تغیر فاحش پیدا ہوگیا کہ مرادِ قرآن بالکل بدل گئی تو فساد نماز کا حکم کیا جائیگا ورنہ نہیں۔شرح منیہ میں ہے: إما إذا قرأ مكان الذال المعجمة ظامعجمة أو قرأ الظا المعجمة مكان الضاد المعجمة وعلى القلب،فتفسد صلاته وعليه اكثر الائمة للغير الفاحش البعيدومنها خضرا بالدال المهملة مكان الضاد المعجمة تفسد للبعد الفاحش (كبيرى شرح منيه،ج١،ص٤٤٨)

متاخرین فقہائے کرام نے جب اس مسئلے میں عموم بلوی کا مشاہدہ کیا کہ اول تو عرب میں بھی بوجہ اختلاط عجم اب ان چیزوں کی رعایت کما حقہ نہیں رہی پھر عجم تو اس سے عموماً ناواقف ہیں، اس لئے متقدمین کے مذہب کے مطابق تو شاید صرف خاص خاص قراء حضرات کی نماز صحیح رہے گی، اسلئے

متاخرین فقہا نے عموم بلوی کی وجہ سے یہ فتوی دیا کہ حروف کی باہمی تبدیلی مطلقاً مفسد نماز نہیں، خواہ اتحاد وقرب مخرج ہو یا نہ ہو اور معنی میں تغیر فاحش ہو یا نہ ہو۔ الخطاء إذا دخل فی الحروف لاتفسد لإن فیه بلوی عامة الناس لإنهم لا یقیمون الحروف لا بمشقة وفیها، إذا لم یكن بین الحروفین اتحاد المخرج ولا قربة إلا فیه بلوی العامة كالذال مع الضاد او الزا المخلص مكان الذال والظا مكان الضاد لاتفسد عند بعض المشائخ (شامیه: ج۱، ص۵۹۲، باب زلة القاری)

چونکہ متاخرین کے قول کے موافق عوام میں زیادہ بے پروائی ہونے کا احتمال تھا، اس لئے بعض محققین متاخرین نے ایک بین بین اور درمیانی صورت اختیار فرمائی جس میں عوام پر تنگی بھی نہیں اور اصل حکم سے زیادہ بعد بھی نہیں، وہ یہ ہے کہ عوام جو مخارج اور صفات سے واقف نہیں، بوجہ عذر ناواقفیت یا عدم التمیز کے اگر ان کی زبان سے ایک حرف کے جگہ دوسرا حرف نکل جائے اور وہ سمجھے کہ میں نے وہی حرف نکالا ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہے تو عموم بلوی کی وجہ سے اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اور جو شخص واقف ہے اور صحیح حرف نکالنے پر قادر ہے اور پھر بھی جان بوجھ کر یا بے پروائی سے غلط حرف نکالتا ہے تو جس جگہ معنی میں تغیر فاحش پیدا ہو جائے گا تو متقدمین کے قول کے موافق اس کی نماز فاسد قرار دی جائے گی۔ حاصل یہ ہے کہ عوام کے حق میں عموم بلوی کی وجہ سے متاخرین کے قول پر فتوی ہے، جبکہ مجودین علما اور مشاق قراء کے حق میں متقدمین کے قول پر فتوی ہے۔

كما فی الشامية: والقاعدة عند المتقدمين إن ما غير المعنى تغييرا فاحشاًيكون اعتقاده كفرا يفسد فی جميع ذلك، فإن لم يكن مثله فی القرآن والمعنى بعيد متغير تغيرا فاحشا يفسد، وقال بعض المشائخ: لاتفسد لعموم البلوى، وأما المتأخرون، فاتفقوا على إن الخطأ فی الاعراب لايفسد مطلقاً ولو اعتقاده كفرالأن أكثر الناس لايميزون بين وجوه الاعراب، قال قاضی خان: وما قال المتاخرون أوسع، وما قال المتقدمون أحوط، وإن كان الخطأ بابدال حرف بحرف، فإن أمكن الفصل بينهما بلا كلفة كالصادمع الطا بأن قرأالطالحات مكان الصالحات فاتفقوا على أنه مفسد، وإن يمكن إلا بمشقة كا لظا مع الضاد والصاد مع السين فأكثرهم على عدم الفساد لعموم البلوى (ج۱، ص ۵۹۰ باب زلة القاری) وفی شرح المنية: انه يفتی فی حق الفقهاء بأعاد الصلاة وفی حق العوام بالجواز (كبيری: ج۱، ص ٤٤٨ وكذا فی جواهر الفقه، ج۳، ص۳٤)

(۵) درخت پر پھل چھوڑنے کی شرط لگانے کا مسئلہ

درخت پر موجود پھل اس شرط کے ساتھ خریدنا کہ پھل کچھ مدت تک درخت پر لگا رہے گا تو یہ بیع

فاسد ہے کیونکہ یہ شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہے البتہ امام محمدؒ کے نزدیک اگر پھل پک چکا ہو تو درختوں پر چھوڑنے کی شرط لگانا اگرچہ مقتضائے عقد کے خلاف ہے مگر عموم بلوی کی وجہ سے یہ شرط لگانا جائز ہے۔وفی الدرالمختار:وإن شرط ترکها علی الاشجار فسد وقیل قائله محمدؒ لایفسدذا تناهت الثمرة لتعارف وبه یفتی، وفی ردالمحتار:قوله وبه یفتی، ویجوز عند محمد استحسانا وهو قول ئم الثلاث،واختاره الطحاوی لعموم البلوی (ج٤،ص ٥٥٤،کتاب البیوع،مطلب فی بیع الثمر والشجر)

عموم بلوی کی وجہ سے مذہب غیر پر فتوی دینا

جس مسئلے میں واقعتاً ابتلائے عام کی وجہ سے اپنے امام کے مذہب پر عمل کرنے میں شدید دشواری ہو تو ایسی صورت میں فقہائے کرام نے مذہبِ غیر پر فتوی دینے کو جائز قرار دیا ہے، البتہ اس سلسلے میں خاص طور پر دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے، پہلی بات یہ ہے کہ کوئی ایک مفتی خود رائی کے ساتھ فیصلہ نہ کرے بلکہ اس سلسلے میں دوسرے اہلِ فتوی سے مشاورت کا اہتمام کرے، دوسری بات یہ ہے کہ ائمہ اربعہ سے خروج نہ کیا جائے، چنانچہ فقہائے احناف نے ضرورت وحاجت اور ابتلاِ عام کی وجہ سے کئی مسائل میں دوسرے مذہب پر فتوی دیا ہے، مثلاً اگر کسی کا مال دوسرے شخص کے ذمہ لازم ہو اور وہ نہ دے رہا ہو، پھر مدیون کا کوئی مال جو مالِ واجب کی جنس سے نہ ہو اور دائن کے پاس کسی طریقے سے آجائے تو اصل حنفی مسلک کے مطابق دائن کے لئے اس مال کو بیچ کر اپنا حق وصول کرنا جائز نہیں ہے لیکن متاخرین حنفیہ نے اس سلسلے میں امامِ شافعی کے قول پر فتوی دیا ہے، چنانچہ درمختار میں ہے:

لیس لذی الحق إن یأخذ غیر جنس حقه وجوزه الشافعی وهو الاوسع اس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں: قوله:(وجوزه الشافعی) قدمنا فی کتاب الحجر إن عدم الجواز کان فی زمانهم ،امااليوم فالفتوی علی الجواز، قوله:(وهو الوسع) لتعینه طریقا لاستیفاء حقه فینقل حقه من الصور إلی المالیة (رد المحتار: ج٦ص ١٦١، کتاب الحضر والباحة)

اس سلسلے میں استادمحترم شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں: چونکہ چاروں مذاہب بلاشبہ برحق ہیں اور ہر ایک کے پاس دلائل موجود ہیں اس لئے اگر مسلمانوں کی کوئی شدید اجتماعی ضرورت داعی ہو تو اس موقع پر کسی دوسرے مجتہد کے مسلک پر فتوی دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، حضرت والد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت گنگوہیؒ نے حضرت تھانویؒ کو یہ وصیت کی تھی اور حضرت تھانویؒ نے ہم سے فرمایا کہ آج کل معاملات پیچیدہ ہوگئے ہیں اور اس کی وجہ سے دیندار مسلمان تنگی کا شکار

ہیں، اس لئے خاص طور سے بیع وشرا اور شرکت وغیرہ کے معاملات میں جہاں عام ہو وہاں ائمہ اربعہ میں سے جس امام کے مذہب میں عام لوگوں کے لئے گنجائش کا پہلو ہو اس کو فتوی کے لئے اختیار کرلیا جائے لیکن حضرت والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ کسی دوسرے امام کا قول اختیار کرنے کے لئے چند باتوں کا اطمینان کرلینا ضروری ہے۔ سب سے پہلے تو یہ کہ واقع مسلمانوں کی اجتماعی ضرورت متحقق ہے یا نہیں، ایسا نہ ہو کہ محض تن آسانی کی بنیاد پر یہ فیصلہ کرلیا جائے اور حضرت والد صاحبؒ کے نزدیک اس اطمینان کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی ایک مفتی خود رائی کے ساتھ یہ فیصلہ نہ کرے بلکہ دوسرے اہل فتوی حضرات سے مشورہ کرے، اگر وہ بھی متفق ہوں تو اتفاق رائے کیساتھ ایسا فتوی دیا جائے ۔دوسری بات یہ ہے کہ جس مام کا قول اختیار کیا جارہا ہے اس کی پوری تفصیلات براہ راست اس مذہب کے اہل فتوی علما سے معلوم کی جائیں محض کتابوں میں دیکھنے پر اکتفا نہ کیا جائے ؛ کیونکہ بسا اوقات اس قول کی بعض ضروری تفصیلات عام کتابوں میں مذکور نہیں ہوتیں اور ان کے نظر انداز کردینے سے تلفیق کا اندیشہ رہتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ ائمہ اربعہ سے خروج نہ کیا جائے ؛ کیونکہ ان حضرات کے علاوہ کسی بھی مجتہد کا مذہب مدون شکل میں ہم تک نہیں پہنچا اور نہ ان کے متعین اتنے ہوتے ہیں کہ ان کا کوئی قول اس تفاضہ یا تواتر کی حد تک پہنچ جائے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے عقد الجید میں ائمہ اربعہ سے باہر جانے کے مفاسد تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے ہیں چنانچہ بعض مصیبت زدہ خواتین کیلئے حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے مالکی مذہب پر فتوی دینے کا ارادہ کیا تو ان تمام باتوں کو پوری احتیاط کیساتھ مدِنظر رکھا اور براہ راست مالکی علما سے خط وکتابت کے ذریعے مذہب کی تمام تفصیلات معلوم کیں اور تمام علمائے ہند سے استصواب کے بعد فتوی شائع فرمایا (مفتی اعظم نمبر ۱/۳۸)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے امداد الفتاوی کے اندر متعدد مسائل میں عموم بلوی کے خاطر مذہب غیر پر فتوی دیا، مثلاً بیع سلم میں احناف کے نزدیک شرط یہ ہے کہ مسلم فیہ وقت میعاد تک بازار میں موجود رہے لیکن حضرت نے اس معاملے میں عموم بلوی کی وجہ سے امام شافعی کے قول پر عمل کی گنجائش دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ: مبیع کا وقت میعاد تک پایا جانا حنفیہ کے نزدیک شرط ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک صرف وقت میعاد پر پایا جانا کافی ہے، کذا فی الهداية تو اگر ضرورت میں اس قول پر عمل کرلیا جاوے تو کچھ ملامت نہیں، رخصت ہے۔ (امداد الفتاوی: ۳/۱۰۴)

اسی طرح احناف کے نزدیک بیع سلم میں ایک مہینے کی مدت شرط ہے لیکن حضرت فرماتے ہیں: اور امام شافعی کے نزدیک چونکہ اجل شرط نہیں، اس لئے سلم میں داخل ہوسکتا ہے چونکہ ابتلا عام ہے لہٰذا امام شافعی کے قول پر عمل کی گنجائش ہے۔(امداد الفتاوی:۳/۲۱) حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب امداد الاحکام میں لکھتے ہیں: عموم بلوی کی وجہ سے کہ خاص وعام ایک ناجائز کام میں مبتلا ہوں، ہر ناجائز کام جائز نہیں ہوتا، بلکہ جس میں بوجہ اختلاف ائمہ کے کسی درجہ میں جواز کی گنجائش ہو وہاں عموم بلوی کی وجہ سے کسی دوسرے امام کے قول کو اختیار کرلیا جاتا ہے۔(امداد الاحکام، ۱/ ۲۱۳، کتاب العلم)

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحب لکھتے ہیں: اگر مسئلہ مطلوبہ سب فقہاء کے ہاں ملتا ہے لیکن حنفی مذہب میں دشواری ہے اور بقیہ مذاہب میں نسبتا سہولت ہے اور عوام کا عام ابتلا ہے تو اخلاص کیساتھ جماعت اہل علم غور کرے، اگر ان کو یقین ہوجائے کہ عموم بلوی کے پیش نظر عصر حاضر میں دینی تقاضا سہولت وآسانی کا مقتضی ہے تو پھر مذہب مالک، مذہب شافعی، مذہب احمد ابن حنبل کو علی الترتیب اختیار کر کے اور اس پر فتوی دیکر فیصلہ کیا جائے (بصائر وعبر:۱/۲۵۴ جدید فقہی مسائل اور چند رہنما اصول)

ایک اور موقع پر حضرت نے فرمایا: اگر مذہب حنفی میں واقعی دشواری ہے اور امت محمدیہ واقعی تیسیر وتسہیل کی محتاج ہے، اور اعذار بھی صحیح واقعی ہیں، محض وہمی وخیالی نہیں ہیں تو دوسرے مذہب پر عمل کرنے اور فتوی دینے کی گنجائش ہوگی اور ضرورت کس درجہ میں ہے اور ہے بھی یا نہیں؟ یہ صرف علماء اور فقہاء کی جماعت طے کرے گی (بصائر وعبر:۱/۴۷۹ عصر حاضر کے جدید مسائل اور انکا حل)

فتاوی قاسمیہ میں ہے: جس طرح ضرورت عامہ کی وجہ سے عدول عن المذهب جائز ہے، اسی طرح عموم بلوی کی وجہ سے بھی عدول عن المذهب جائز ہے۔(فتاوی قاسمیہ:۱/۲۷۳)

عموم بلوی اور حرج میں فرق

عموم بلوی اور حرج میں فرق یہ ہے کہ حرج عام ہے اور عموم بلوی اس کے مقابلے میں خاص ہے، جہاں عموم بلوی ہوگا وہاں حرج بھی ہوگا لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جہاں حرج ہو وہاں عموم بلوی بھی پایا جائے۔

عرف اور عموم بلوی میں فرق

بعض حضرات نے عرف اور عموم بلوی میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ اسباب غیر اختیاری کے

تحت جو حاجت عامہ واقع ہوتی ہے اس کو عموم بلوی کہتے ہیں اور اسباب اختیاری کے تحت جب حاجت عامہ کا وقوع ہوتا ہے تو اس کو عادۃ الناس تعامل اور عرف سے موسوم کیا جاتا ہے، استقرا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عام طور پر طہارت وعبادات میں ابتلائے عام از قسم عموم بلوی ہوتا ہے اور معاملات میں ابتلائے عام کو عرف وتعامل کہتے ہیں۔ (ضرورت وحاجت کا احکام شرعیہ میں اعتبار، ۴۳)

اس سلسلے میں عمدہ اور مناسب بات وہی ہے جو حضرت مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی صاحب نے فتاوی قاسمیہ میں بیان فرمائی ہے: چنانچہ مفتی شبیر احمد قاسمی صاحبؒ لکھتے ہیں:

عرف الگ چیز ہے اور عموم بلوی الگ سے دوسری چیز ہے کیونکہ بہت سے امور ایسے ہیں جو عموم بلوی کے دائرہ میں تو آتے ہیں مگر عرف کے دائرہ میں نہیں، مثلاً طین شارع کا مسئلہ، گوبر کی راکھ کا مسئلہ، غسالہ میت کا مسئلہ اور اس نوعیت کی بعض دیگر مسائل کا تعلق عموم بلوی سے تو ہے مگر عرف سے نہیں اور بعض جزئیات ایسے بھی ہیں جن کا تعلق کبھی عموم بلوی اور عرف دونوں سے ہوجاتا ہے مگر قلیل درجہ میں ہے، مثال کے طور پر بیع الوفا کا مسئلہ ہے کہ اس کا تعلق عرف سے بھی ہے اور عموم بلوی سے بھی، اسی طریقہ سے نسج الحائك کی اجرت، یہ مسائل ایسے ہیں جن کا تعلق عرف اور عموم بلوی دونوں سے ہوسکتا ہے۔ (فتاوی قاسمیہ: ۲۶۴/۱)

عموم بلوی سے متعلق چند اہم قواعدِ فقہیہ

(۱) المشقة تجلب التيسير (الاشباه النظائر: الفن الاول، ص۷۷)

مشقت آسانی کو لے کر آتی ہے۔

(۲) الامر إذا ضاق إتسع (الاشباه النظائر: الفن الاول، ص۸۵)

جب کسی کام میں تنگی پیدا ہوجائے تو وہاں وسعت دی جائے گی۔

(۳) الضرر يزال (مجلة الاحكام العدليه) ضرر کا ازالہ کیا جائے گا۔

(٤) الضرورات تبيح المحظورات (الاشباه النظائر: الفن الاول، ص۸۸)

شدید حاجات، ممنوع چیزوں کو مباح کردیتی ہیں۔

(٥) ما لا يمكن التحرز منه يكون عفوا (بدائع الصنائع: ۲۲۹/۱)

جس چیز سے بچنا ممکن نہ ہو وہ قابل عفو ہے۔

ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی
لیکچرر منسٹر ٹیکنالوجی یونیورسٹی آئرلینڈ

کرپٹو کرنسی: جوا اور سٹے بازی کی بدترین شکل

عالمی معاشی منظرنامے پر برطانیہ اور کینیڈا کی معیشت نہ صرف یہ کہ بہت مضبوط تصور کی جاتی ہے بلکہ یہ دونوں ممالک جی ایٹ کی فہرست میں بھی شامل ہیں۔ان دونوں ممالک کی معیشت کو چلانے میں ان ممالک کے سینٹرل بینک کا بنیادی کردار ہے۔ بہت ہی حیران کن بات یہ ہے کہ ان دو ممالک کے سینٹرل بینک کو کافی عرصے تک چلانے کا سہرا مارک کارنی Mark Carney کے سر جاتا ہے جو کہ بینک آف کینیڈا کے سن ۲۰۰۸ء سے ۲۰۱۳ء تک گورنر رہے اور پھر ۲۰۱۳ء سے ۲۰۱۸ء تک بینک آف انگلینڈ کے گورنر رہے۔ مارک کارنی ایک بہترین عالمی معاشی ماہر کے طور پر جانے جاتے ہیں جنہوں نے سن ۱۹۹۵ء میں یونیورسٹی آف آکسفورڈ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ان کو ان کی کینیڈا اور دنیا بھر میں مالیاتی پالیسی کی ترقی میں ان کی قیادت کیلئے کینیڈا کا دوسرا بڑا سرکاری اعزاز ''آڈر آف کینیڈا'' بھی دیا گیا۔ نیز ان کو سن ۲۰۱۳ء میں یونیورسٹی آف مینی ٹوبہ، کینیڈا، سن ۲۰۱۶ء میں یونیورسٹی آف البرٹا، کینیڈا، اور سن ۲۰۱۸ء میں یونیورسٹی آف ٹورنٹو، کینیڈا کی جانب سے ڈاکٹر آف لاء یعنی LL.D کی اعزازی ڈگریوں سے نوازا گیا۔

مارک کارنی نے اسکاٹش اکنامکس کانفرنس ایڈنبرا یونیورسٹی، برطانیہ میں مارچ ۲۰۱۸ء میں اپنے خطاب بعنوان زر کا مستقبل یعنی The Future of Money میں بہت ہی واشگاف الفاظ میں کہا کہ کرپٹو کرنسی کافی حد تک لاٹری ہے یعنی آسان الفاظ میں کرپٹو کرنسی جوا، قمار، میسر یعنی Gambling کی شکل ہے۔ان کا یہ خطاب بینک آف انگلینڈ کی ویب سائٹ پر تحریری شکل میں بھی موجود ہے جس میں مزید تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں، اپنے اسی خطاب میں انہوں نے ایک مثال کے ذریعے سمجھایا کہ اگر آپ نے پچھلے دسمبر میں ایک ہزار برطانوی پاؤنڈ کے برابر بٹ کوائن میں قرضہ لیا ہے تاکہ آپ اگلے سال کے اخرجات چلاسکیں تو آپ کو پانچ سو برطانوی پاؤنڈ کی کمی کا سامنا ہوگا اور اگر آپ نے یہی قرضہ پچھلے ستمبر میں لیا ہوتا تو اس کی مالیت دو ہزار برطانوی پاؤنڈ کے برابر تک ہوتی اور یہ کافی حد تک لاٹری

ہے، لاٹری سے متعلق آپ حضرات جانتے ہی ہیں کہ مفتیانِ کرام اس سے متعلق یہ کہتے ہیں کہ یہ سود اور جوئے پر مشتمل ہوتی ہے اور شریعتِ مطہرہ میں لاٹری قطعاً حرام اور ناجائز ہے۔

آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ یورپی یونین EU جو کہ ۲۷ ممالک کا مجموعہ ہے جن میں فرانس، جرمنی، اٹلی، اسپین، سوئیڈن، ڈنمارک، فن لینڈ، آئرلینڈ، پولینڈ اور دیگر ممالک شامل ہیں ان کے مالیاتی ریگولیٹری اداروں EU Financial Regulators نے حال ہی میں کرپٹو اثاثوں (کرپٹو کرنسی وغیرہ) کو سٹے بازی قرار دیا ہے اور وہ اس کو volatile, highly speculative کہہ رہے ہیں اور پورے یورپ کے ۴۴ کروڑ سے زیادہ عوام کو سرکاری سطح پر اس بات کی وارننگ دے رہے ہیں کہ وہ کرپٹو کرنسی میں حتی الوسع سرمایہ کاری، لین دین اور اس کی خرید وفروخت سے اجتناب کریں۔

اب ہم سٹے بازی Speculation اور جوا (میسر، قمار Gambling) کے بنیادی فرق کو سمجھتے ہیں، سٹہ Speculation دراصل اس معاملے کو کہتے ہیں جس میں بائع اور خریدار میں سے کسی کا ارادہ عملاً مبیع پر قبضہ کا نہیں ہوتا بلکہ اس میں قیمتوں کا فرق برابر کر کے نفع کمایا جاتا ہے، سٹہ کے اندر دو خرابیاں پائی جاتی ہیں، اول یہ کہ اس کے اندر غیر مملوک کی بیع ہوتی ہے اور دوم یہ کہ اس میں بیع قبل القبض کا دخل ہوتا ہے لہٰذا شریعتِ مطہرہ کے اندر سٹہ کی ممانعت ہے۔ (ڈاکٹر مولانا اعجاز احمد صمدانی صاحب، غرر کی صورتیں، جنوری ۲۰۰۹، ادارۃ المعارف، کراچی)

جوا، میسر یا قمار Gambling کی تعریف یہ ہے کہ: جس معاملہ میں کسی مال کا مالک بنانے کو ایسی شرط کے ساتھ موقوف رکھا جائے کہ جس کے وجود اور عدم کی دونوں جانبیں مساوی ہوں اور اسی بنا پر نفع خالص یا تاوان خالص برداشت کرنے کی دونوں جانبیں بھی برابر ہوں۔ مثلاً یہ بھی احتمال ہے کہ زید پر تاوان پڑ جائے اور یہ بھی کہ عمر پر پڑ جائے، اس کی جتنی قسمیں اور صورتیں پہلے زمانے میں رائج تھیں یا آج رائج ہیں یا آئندہ پیدا ہوں، وہ سب میسر، قمار اور جوا کہلائے گا (معارف القرآن: ج۱، البقرہ، ص۵۳۲، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ)

سٹے بازی اور جوا، میسر یا قمار کی تعریف سمجھنے کے بعد یہ بات واضح ہوجانی چاہیے کہ دنیا بھر کے عالمی معاشی ماہرین اور سائنسدان متفقہ طور پر کرپٹو کرنسی کو بدرجہ اتم جوا، میسر، قمار اور سٹے بازی گردانتے ہیں اور اس کو سائنسی طور پر ثابت بھی کرتے ہیں۔

آپ پاکستان ہی کی مثال لے لیجئے اور اپنے اردگرد نوجوانوں کو دیکھ لیجئے جو کہ کرپٹو کرنسی

میں سرمایہ کاری کررہے ہیں۔ آپ اپنے آپ سے سوال پوچھئے کہ کیا یہ نوجوان کرپٹو کرنسی سے سبزی، آٹا، دالیں یا دیگر ضروریاتِ زندگی کی اشیا خریدرہے ہیں؟ یا اس کرپٹو کرنسی سے بازار سے کپڑوں کی خریداری کررہے ہیں؟ آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ یہ سارے نوجوان کرپٹو کرنسی کو بطور جوا اور سٹے بازی کے استعمال کررہے ہیں۔ جی ہاں! ان نوجوانوں کو بقول یورپی سپروائزری اتھارٹیز جو کہ یورپ کے ۲۷ ممالک کی معاشی سپروائزری اتھارٹی ہے، سوشل میڈیا کے اثر انداز یعنی Social Media Influencers ورغلا رہے ہیں، یورپی سپروائزری اتھارٹیز بہت واضح انداز میں وارننگ دے رہی ہیں کہ آپ کو سوشل میڈیا کے اثر اندازوں سے بھی ہوشیار رہنا چاہیے جن کے پاس عام طور پر مخصوص کرپٹو اثاثوں اور متعلقہ مصنوعات اور خدمات کی مارکیٹنگ کے لیے مالی ترغیب ہوتی ہے اور وہ اپنی جاری کردہ معلومات میں متعصب بھی ہو سکتے ہیں، یہی سوشل میڈیا پر اثر انداز ہونے والے ان نوجوانوں کو اعلی تعلیم سے ہٹا کر جوئے اور سٹے بازی میں لگا رہے ہیں اور پاکستان اور مسلمانوں کے مستقبل کے ساتھ کھیل رہے ہیں، آپ ہی بتایئے کہ پاکستان کے نوجوانوں کو جوئے اور سٹے بازی میں لگا کر کیا پاکستان سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کرسکتا ہے؟ کیا ان نوجوانوں کو جوے اور سٹے بازی میں لگا کر ہم عالمی معاشی طاقتوں کا مقابلہ کرسکتے ہیں؟ نہیں، ہرگز نہیں۔

آپ ٹھوس سائنسی حقائق اور اعداد وشمار کو ہی لے لیجئے۔ یورپی یونین کی اقتصادی اور مالیاتی امور کی کمیٹی نے جو کہ دنیا کے چوٹی کے عالمی معاشی ماہرین پر مشتمل تھی نے اپنی رپورٹ یورپین پارلیمنٹ میں نومبر سن ۲۰۱۹ء میں کافی سائنسی تحقیقات کے بعد جمع کروائی ہے جس میں عالمی معاشی ماہرین کے مطابق کرپٹو کرنسیاں، کرنسی کے بنیادی اوصاف پر پورا نہیں اترتیں۔ ان کرپٹو کرنسیوں کو بطور آلہ مبادلہ یعنی Medium of Exchange استعمال نہیں کیا جارہا اور نہ ہی کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کرپٹو کرنسیوں کو بطور قدر شمار کرنے یعنی Unit of Account کے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ایک اور سائنسی تحقیق کے مطابق تقریباً دو سے پانچ فیصد لوگوں نے بٹ کوائن کو چیزوں اور اشیا کی خریداری کیلئے استعمال کیا جبکہ پچانوے فیصد لوگوں نے اس کو بطور سرمایہ کاری کے استعمال کیا، دیکھئے دنیا کی سب سے بڑی کرپٹو کرنسی یعنی بٹ کوائن کو جوے کی مدد سے مشہور کیا گیا اور اسی جوے کی وجہ سے جون ۲۰۱۲ء میں بٹ کوائن کی ٹرانزیکشن یومیہ باسٹھ ہزار تک پہنچ گئیں اور پھر لوگوں نے اس کے بارے میں جانا۔ دیکھیے سائنسی دنیا میں دلائل سے بات کی جاتی ہے، اگر آپ کو ان حقائق اور اعداد وشمار سے اختلاف ہے تو سائنسی طور پر ثابت کریں کہ کرپٹو کرنسی کو بطور آلہ مبادلہ یعنی Medium of Exchange استعمال کیا جارہا ہے اور پاکستان میں ہر چیز آپ کرپٹو

کرنسی سے خرید سکتے ہیں، چلیں پاکستان کو چھوڑیں، عالمی سطح پر تحقیق کر کے ثابت کیجئے کہ کرپٹو کرنسی کو آلہ مبادلہ کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے، آپ کے پاس کرپٹو کرنسی کا لیجر یعنی کھاتہ موجود ہے، اس میں کی گئی تمام ٹرانزیکشنز موجود ہیں، اس کے ایڈریس بھی موجود ہیں تو کیوں آپ سائنسی طور پر ثابت نہیں کرتے؟ اور کیوں اپنی اس سائنسی تحقیق کو دنیا کے بہترین سائنسی جرائد میں نہیں چھاپتے؟ آپ ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ سائنسدانوں اور عالمی معاشی ماہرین نے پہلے ہی سائنسی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ کرپٹو کرنسی کو بطور کرنسی استعمال نہیں کیا جارہا اور نہ ہی کیا جاسکتا ہے۔

آخری بات کہ کیوں کرپٹو کرنسی کو جوے اور سٹے بازی کی بدترین شکل کہا جاتا ہے اور اس کی بنیادی وجہ کیا ہے؟ دیکھیے! جوا، لاٹری، اور سٹے بازی غیر مسلم ممالک میں قانونی طور پر رائج ہے، امریکہ کا شہر لاس ویگس Las Vegas اور یورپی ملک موناکو Monaco جوے خانوں کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور ہیں اور پوری دنیا ان دو جگہوں پر جوا کھیلنے آتی ہے۔ چاہے لاس ویگس ہو، موناکو ہو یا دنیا کو کوئی بھی ملک ہو، اگر کسی کو جوا خانہ کھولنا ہے تو اس کو اس طرح کی جوے کی مشین اور کھیل رکھنے ہوں گے جن میں جوا کھیلنے والے صارفین کے حقوق کا بھی خیال رکھا گیا ہو یعنی ایسا نہ ہو کہ زید نے لاس ویگس میں ایک جوا خانہ کھولا اور اس میں جوا کھیلنے والے صارفین ہمیشہ جوا ہار جائیں، اگر اس طرح ہوگا تو قانونی طور پر ایسے جوئے خانے کو بند کر دیا جائے گا یعنی جوا کھیلنے والے صارفین کو جیت اور ہار کے برابر مواقع ملنے چاہئیں اور حکومت ان جوے خانوں کو ریگولیٹ کرتی ہے کہ کوئی جوئے خانہ کا مالک صارفین کو ہمیشہ نقصان نہ پہنچائے اور صارفین کے حقوق کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔ اس کے بالمقابل کرپٹو کرنسی کے اندر جب کوئی صارف سرمایہ کاری کرتا ہے یعنی جوا اور سٹے بازی کرتا ہے تو صارفین کے حقوق کا بالکل خیال نہیں رکھا جاتا اور جوا اور سٹے بازی کرنے والے صارفین سخت خسارے میں جاتے ہیں اور حکومت کرپٹو کرنسی کے مالکان کو پکڑ بھی نہیں سکتی اور ان کے خلاف ایکشن بھی نہیں لے سکتی۔ اسی وجہ سے کرپٹو کرنسی کو جوے اور سٹے بازی کی بدترین شکل کہا جاتا ہے اور اس کو بطور جوا بھی قانوناً ان غیر مسلم ممالک میں رائج نہیں کیا جارہا۔

خلاصہ کلام یہ کہ کرپٹو کرنسی جوے اور سٹے بازی کی بدترین شکل ہے اور اس کے ذریعے سے ترقی پذیر ممالک کی معیشت کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور اس پر محض چند لوگوں یا اداروں کی اجارہ داری ہے، ہمیں بحیثیتِ مسلمان اپنی دین اور دنیا دونوں کو بچانا ہے اور ہمیں پوری کوشش کرنی چاہیے کہ کرپٹو کرنسی میں ہر طرح کے معاملات سے اجتناب کریں اور مفتیانِ کرام کی رائے پر چلتے ہوئے اس سے بچیں۔

ڈاکٹر عبدالستار آزاد
مدیر بیت الحکمت سوات

تفسیر لاہوری ''صاحبِ کمال'' کا کمال

قرآن مجید انسانیت کی ہدایت کے لئے آخری پیغامِ ربانی ہے، اس کا مخاطب تمام انسانیت ہے۔ یہ بندوں کا رشتہ ان کے خالق سے قائم کرنے والی کتاب ہے، یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ پاک نے لی ہے۔ بعض قرآنی آیات کا مطلب ہر عربی جاننے والا سمجھ سکتا ہے لیکن بعض آیات کے سمجھنے کے لیے پورے پسِ منظر کو سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں مفسرین نے اپنے اپنے دور کے تقاضوں اور ضروریات کے مطابق قرآن مجید کی طرف رجوع کیا ہے اور اس دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کی تفاسیر لکھی ہیں۔ صحابہ کرام کے زمانے سے لے کر دورِ حاضر تک ہر مکتب فکر کے علما اور اصحابِ علم نے اس کے ترجمہ، تشریح اور تفسیر کی خدمات انجام دیں، اس کے مختلف پہلوؤں پر بحثیں کی گئیں اور اس کی تفہیم وتسہیل میں اپنی زندگیاں کھپا کر آخر میں اپنی کم مائیگی کا اعتراف کرنا پڑا۔

دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے ترجمے اور تفاسیر شائع ہوئیں، علمائے کرام نے ہر دور میں قرآن کے دروس کا سلسلہ جاری رکھا، برصغیر پاک و ہند میں قرآن سمجھنے اور سمجھانے کا کام باضابطہ طور پر شاہ ولی اللہ دہلوی کی ذات سے شروع ہوتا ہے، شاہ صاحب نے قرآن مجید کا ترجمہ فارسی زبان میں جب کہ ان کے صاحبزادگان نے قرآن کا ترجمہ اردو زبان میں کیا۔

شاہ ولی اللہؒ کے مجددانہ کارنامے

شاہ ولی اللہؒ (۱۷۰۳۔۱۷۶۲) برصغیر پاک و ہند کے ان نابغہ روزگار شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے صرف پندرہ سال کی عمر میں اپنے دور کے تمام علوم وفنون پر عبور حاصل کیا، انہوں نے اپنا فکر و فلسفہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''حجۃ اللہ البالغہ'' کی شکل میں مدون فرمایا، انہوں نے زندگی کے تمام شعبوں میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ ان کے مجددانہ کارناموں سے ایک عظیم کارنامہ قرآن حکیم

کی تعلیمات کا احیاء اور تجدید ہے۔انہوں نے قرآن مجید کا فارسی زبان میں ''فتح الرحمٰن بہ ترجمۃ القرآن'' کے نام سے ترجمہ کیا، ان کے بعد ان کے صاحبزادوں حضرت شاہ رفیع الدین نے قرآن پاک کا اردو میں لفظی ترجمہ کیا جب کہ حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے ''موضحِ قرآن'' کے نام سے قرآن مجید کا اردو میں بامحاورہ ترجمہ کیا، حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود حسنؒ نے حضرت شاہ عبدالقادرؒ کو بامحاورہ ترجمے کا امام قرار دیا ہے،اس کے بعد حضرت شیخ الہندؒ نے ''موضحِ فرقان حمید'' کے نام سے حضرت شاہ عبدالقادرؒ کے ترجمہ ''موضحِ قرآن'' کو کچھ تغیر و تبدل کے ساتھ نئے انداز میں پیش کیا۔

شیخ الہندؒ کا ترجمہ قرآن

امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ اپنے استاد حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمے کی جامعیت کے بارے میں لکھتے ہیں: ''میرے استاد مولانا شیخ الہندؒ کا اردو ترجمہ پڑھنے سے جو مطلب سمجھ آتا ہے وہ فارسی میں بھی نہیں آتا، اس لئے کہ اس میں جو حکمت کے کلمے ہیں وہ ٹھیک ٹھیک ترجمہ کر دیئے گئے ہیں اور حکمت کو حکیم ہی کا دماغ سمجھتا ہے''۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی پوری زندگی قرآن سے عبارت تھی، انہوں نے قرآن فہمی اور قرآنی تعلیمات کو عام کرنے کیلئے جگہ جگہ مدارس اور مکاتب قائم کرائے اور اپنے شاگردوں کی ایک کھیپ تیار کی۔

تاریخ ہند کی مظلوم شخصیت

مولانا عبیداللہ سندھیؒ (۱۹۴۴ـ۱۸۷۲) شیخ الہند کے مایہ ناز شاگردوں میں سے ہیں ،وہ ایک بلند پایہ عالم اور فلسفہ شاہ ولی اللہؒ کے ماہر تھے، انہوں نے فراغت کے بعد درس و تدریس اور سیاست کے میدانوں میں قدم رکھا، اپنے استاد حضرت شیخ الہندؒ کے حکم پر ۱۹۱۵ء میں کابل ہجرت کی، وہاں سے روس، ترکی اور پھر آخر میں ۱۹۲۶ء میں حرم شریف گئے اور وہاں دروسِ قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ ''دارالرشاد'' سندھ اور ''نظار المعارف القرآنیہ'' دہلی میں ایک بڑی جماعت نے آپ سے علم حاصل کیا، آپ کے شاگردوں میں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، خواجہ عبدالحیی فاروقیؒ، مولانا عبداللہ لغاریؒ، مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ، مولانا سعید احمد اکبرآبادیؒ اور پروفیسر محمد سرورؒ وغیرہم شامل ہیں۔ڈاکٹر عبدالواحد ہالیپوتہ تفسیر ''المقام المحمود'' کے مقدمہ میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مولانا سندھیؒ ایک طرف علوم عقلیہ کے ماہر تھے، دوسری طرف علوم نقلیہ (علم حدیث ،علم

تفسیر وعلم الاصول) میں بے نظیر دسترس رکھتے تھے، ساتھ ہی ساتھ جدید علوم کا بھی مطالعہ کیا تھا اور قوموں کی سیاست اور ترقی وتمدن کے حالات اور اصول کی گہرائیوں تک غور وفکر کرنے کے عادی تھے انہوں نے اپنی زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے فلسفے اور تعلیمات کے مطالعہ اور اس کی اہمیت کے معلوم کرنے اور تحقیق و تدقیق میں گزارا، دنیا کی بھی سیر و سیاحت کی اور چشم دید حالات وحقائق سے روشناس ہوئے''۔

شاہ ولی اللہؒ اوران کا فلسفہ

ان کی تفسیر کی بنیاد شاہ ولی اللہؒ کی حکمت، فلسفہ اور تعلیم ہے، اپنے اس مؤقف کو خود انہوں نے اپنی کتاب 'شاہ ولی اللہ اوران کا فلسفہ'' میں یوں بیان کیا ہے:

''قرآنی معارف ومطالب میں مجھے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے علاوہ کسی اور حکیم کے افکار سے مدد لینے کی ضرورت نہیں پڑی، میں نے قرآن سے جو کچھ اخذ کیا ہے اور جو بھی معانی مضامین قرآن سے استنباط کئے ہیں مجھے ان کے تعین اور تائید کے لئے شاہ صاحبؒ کی حکمت سے باہر جانے کی ضرورت پیش نہیں آئی''۔مزید اسی چیز کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر میں جہاں کہیں میں نے عام مفسرین سے اختلاف کیا ہے وہاں میں نے شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے اصول کو اپنے لئے سند مانا ہے بعض ایسے مواقع بھی آئے ہیں کہ میں نے شاہ عبد العزیزؒ ، شاہ رفیع الدینؒ ، مولانا اسماعیل شہیدؒ اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے اقوال کو حجت بنایا ہے اور شاذ و نادر ہی ایسا ہوا ہے کہ میں نے محض اپنے فکر ورائے کی بنا پر دوسرے مفسرین سے اختلاف کیا ہو، جہاں کہیں اس طرح کی کوئی بات ہو تو میں ایسے موقع پر صراحتا بتا دیا کرتا ہوں کہ یہ میری سوچی ہوئی بات ہے سننے والوں کو اختیار ہے کہ وہ اسے قبول کریں یا رد کردیں مگر جن چیزوں میں ائمہ اور اساتذہ کی سند موجود ہو اور ان کی تشریح اور تفسیر کے مطابق آیات میں تناسب اور ربط پیدا ہو سکے تو میرا جی چاہتا ہے کہ اہل علم اس کے قبول کرنے میں انکار نہ کریں۔

مزید وہ شاہ صاحبؒ کے فلسفہ کی اہمیت بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت شاہ ولی اللہؒ کے فلسفہ اور حکمت سے اگر ہمارا تعلق ہوگا تو ہم کو قرآن پاک کے مختلف رموز وحقائق سے زیادہ واقفیت حاصل ہوگا، اور پھر ہمیں اس تفسیر کے مطالعہ سے یہ معلوم ہو سکے گا کہ قرآن انسان کی فطری ضروریات اور حاجات کو پورا کرنے کے لئے ضروری اسباب وسامان

مہیا کرتا ہے اور طریقے بھی بتا تا ہے اور واقعی اسلام دین فطرت ہے اور قرآنی تعلیمات دین فطرت کی حامل ہیں''۔

شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ اور ان کی تفسیر

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ (۱۹۶۳ء۔۱۸۸۷) حضرت سندھیؒ کے خصوصی شاگرد رہے، ان کی تربیت و پرورش مولانا سندھیؒ نے ہی کی، وہ مولانا سندھیؒ کی سرپرستی میں تین سال تک ''دارالرشاد'' سندھ میں معلّمی کے فرائض انجام دیتے رہے۔جب مولانا سندھیؒ نے شیخ الہندؒ کے مشورے سے دہلی میں ''نظارۃ المعارف القرآنیہ'' کی داغ بیل ڈالی تو مولانا لاہوریؒ کو بھی دہلی طلب فرمایا، جب مولانا سندھی اپنے استاد حضرت شیخ الہندؒ کے حکم پر ۱۹۱۵ء میں کابل چلے گئے تو انہوں نے حضرت لاہوری کو اپنے مدرسہ ''نظارۃ المعارف القرآنیہ'' کا سرپرست مقرر کیا، ۱۹۲۰ء میں انہوں نے درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا، وہ مولانا سندھیؒ ہی کے طرز پر تفسیر پڑھاتے رہے۔ان کی تفسیر کی بنیادی خصوصیات یہ تھی کہ وہ سب سے پہلے آیات کا سلیس ترجمہ کرتے، پھر نزولِ آیات سے متعلق سابقہ مفسرین کی آرا پیش کرتے، واقعات جزئیہ سے قواعد کلیہ کا استنباط فرماتے، بعد ازاں ''الاعتبار والتاویل'' کے طور پر ان آیات کی زمانہ حاضرہ کے حالات پر تطبیق فرماتے تھے اور بطورِ تاویل ان مسائل کا استنباط کرتے تھے جن کا تعلق جہانبانی اور حکمرانی سے ہے، وہ اپنے درس قرآن میں شاہ ولی اللہ کے فلسفے کو اس طرح بیان کرتے تھے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ اسے بآسانی اخذ کرسکتا تھا، سیاسیات حاضرہ اور معاشرتی مسائل پر تبصرہ ہوتا۔

آپ نے ''تفسیر قرآن عزیز'' کے نام سے قرآن کی تفسیر لکھی، ان کی تفسیر پر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، مفتی کفایت اللہؒ وغیرہم جیسے اکابر نے تقاریظ لکھیں۔

قرآن فہمی میں حضرت لاہوریؒ کا طرز

مولانا زاہدالراشدی (روزنامہ اسلام لاہور، ۱۱ستمبر۲۰۱۳) ان کے طرزِ تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں:

''قرآن فہمی میں ان کا طرز مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی طرح حالاتِ زمانہ پر قرآن کریم کی آیات و احکام کی تطبیق کا تھا اور وہ دورِ حاضر کی اصطلاحات و ماحول کو سامنے رکھ کر قرآن کریم کی تفسیر وتشریح کے ساتھ ساتھ عقلی و منطقی تعبیرات و تاویلات بھی پیش کرتے تھے جس پر ابتدا میں بعض اہلِ علم کی طرف سے تحفظات کا اظہار کیا جاتا رہا لیکن دھیرے دھیرے اس طرز سے مانوس ہوتے چلے گئے

اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ حضرت لاہوریؒ کا یہ حلقہ درس جنوبی ایشیا کی سطح پر فہمِ قرآن کریم کے بڑے مراکز میں شمار ہونے لگا''۔

ان کے تلامذہ میں مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنیؒ اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ جیسے لوگ شامل ہیں۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک ہمہ جہت شخصیت

مولانا سمیع الحق صاحب ایک عظیم المرتبت اور جلیل القدر شخصیت کے ساتھ ساتھ مفسر، محدث، انشا پرداز، ادیب، تاریخ داں، صحافی، سیاست داں ،قومی وملی رہنما بھی تھے، ان کی شخصیت ایک ہمہ گیر شخصیت تھی ،کسی کو وہ ادیب وانشا پرداز نظر آئے، کسی نے سیاسی حلقوں میں دیکھا تو ''زیرک سیاستدان'' کہنے لگے،کسی نے ان کو''عظیم مجاہد'' بتایا،کسی نے''فادر آف طالبان'' کے منصب پر فائز کیا،کسی نے ان کو قومی وملی رہنما کا درجہ دیا تو کسی نے ان کو مفسر ومحدث کے روپ میں پیش کیا،مولانا سمیع الحق صاحب کی شخصیت کے کئی پہلو ہیں ، بظاہر مولانا کی شخصیت کے یہ تمام پہلو الگ الگ نظر آتے ہیں لیکن بغور جائزہ لینے سے یہ علم ہوتا ہے کہ یہ تمام پہلو مولانا جیسی عظیم شخصیت کے عملی اور علمی اظہار ہیں جو ہمیں الگ الگ نظر آتے ہیں لیکن یہ سب ایک ہی دھاگے میں پروئے قیمتی ہیرے ہیں، وہ ان شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے سیاسی اور سماجی سطح پر خاص طور سے مسلمانوں کی ذہن سازی میں نمایاں کردار ادا کیا۔

ملکی سیاست میں متحرک کردار

مولانا سمیع الحق صاحب ایک دینی عالم ہونے کے ساتھ ساتھ مروجہ ملکی سیاست کا بھی خاص درک رکھتے تھے اور انہوں نے سیاسی میدان میں ملک کے اسلامی تشخص اور نفاذ اسلام کے حوالے سے کارہائے نمایاں انجام دئے گو کہ ان کی سیاست سے اختلاف بھی کیا گیا اور ان کو سراہا بھی گیا لیکن ان سب اختلاف اور اتفاق کے باوجود ان کی سیاست سے انکار بھی ممکن نہیں۔

انہوں نے ملکی سیاست میں انتہائی متحرک کردار ادا کیا ، وہ ۱۹۸۸ء میں اپنے والد ماجد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی وصال کے بعد دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم بنے، وہ جمعیۃ علما اسلام (س) کے سربراہ تھے، افغانستان میں روسی مداخلت کے خلاف جہاد میں انہوں نے بہت اہم کردار ادا کیا،مولانا سمیع الحق تین بار ۱۹۸۵ء سے ۱۹۹۱ء،۱۹۹۱ء سے ۱۹۹۷ء اور ۲۰۰۲ سے ۲۰۰۸ء تک سینیٹ کے رکن

رہے، مولانا سمیع الحق صاحب متحدہ دینی محاذ کے بھی بانی جبکہ دفاعِ پاکستان کونسل کے سربراہ رہے ۔ انہوں نے ملی یکجہتی کونسلاور دمتحدہ مجلس عمل کے قیام میں بھی اہم کردار ادا کیا تاہم وہ بعض اختلافات کے باعث بعد ازاں ایم ایم اے سے علیحدہ ہو گئے ۔ افغانستان پر امریکی جارحیت کے خلاف آواز اٹھانے کے لئے دفاع پاکستان وافغانستان کونسل بھی تشکیل دی۔

کوہ عزم واستقلال

بارہا ان کے علمی کمالات ان کی سیاسی فکر کے پیچھے پوشیدہ ہو گئے ۔ بارہا وہ اپنے سیاسی موقف میں اکیلے رہے لیکن انہوں نے باریک بینی، دوراندیشی، ذہانت وذکاوت کے ساتھ اپنی بصیرت کو بروئے کار لایا اور اپنے موقف پر ڈٹے رہے، انھوں نے ہمت وحوصلہ نہیں ہارا اور اپنی قوت ارادی کے عمدہ استعمال ہمیشہ سے اپنا ایک الگ راستہ بنایا اپنے کام میں منہمک رہے اور اپنی قوت ارادی، قوت استقلال، عزم مصمم، ہمت وحوصلہ، تفکر وتدبر اور جہد مسلسل سے اپنے موقف اور فیصلوں پر قائم رہے، وہ اپنی خداداد بصیرت سے مستقبل کے نشیب وفراز پر نظر رکھتے تھے۔

مولانا ایک عظیم علمی گھرانے میں پیدا ہوئے تھے اور پھر اپنی محنت سے اکتسابی عظمت کی بلندیوں کو چھولیا تھا، مولانا سمیع الحق صاحب ایک منفرد شخصیت کے مالک تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو دینی بصیرت سے نوازا تھا، انہوں نے اپنی حیات ہی میں بڑی اہم علمی، دینی، تعلیمی اور سیاسی خدمات انجام دیں، وہ نہ صرف مفسر قرآن تھے بلکہ عملی طور پر قرآنی نظام کو نافذ کرنے کی جدوجہد میں کسی سے پیچھے نہ تھے، ان کی یہ تفسیر ان کی اس فکر کی غماز ہے، ان کی ہر تصنیف میں ان کی انفرادیت کی شان موجود ہے، ان کے ''مکتوباتِ مشاہیر'' نہ صرف یہ کہ اردو زبان بلکہ کسی بھی زبان میں اپنی ایک انفرادیت رکھتے ہیں، اسی طرح ان کے خطباتِ مشاہیر بھی اپنی نوعیت کے اعتبار سے نرالے ہیں، یہاں تک کہ ان کی شہادت بھی انفرادیت کی حامل ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کی تصنیفات کی وسیع پیمانے پر اشاعت ہو، ان کی مزید کئی تصانیف منتظر اشاعت ہیں جس میں مکتوباتِ مشاہیر سرِ فہرست ہیں۔

تفسیر لاہوریؒ کی تدوین

''تفسیر لاہوری'' حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ان درسی اور تفسیری نوٹس پر مشتمل ہے انہوں نے ۱۹۵۸ء میں لاہور میں حضرت مولانا احمد لاہوریؒ سے دورہ تفسیر کرتے وقت اپنے پاس رجسٹروں میں محفوظ کیے تھے۔ مولانا نے بہت پہلے سے اس کی تدوین کا کام شروع کیا تھا لیکن ان کی

مصروفیات اور مختلف عوارض اور رکاوٹوں کی وجہ سے ان کی حیات میں اس کی اشاعت نہ ہوسکی، آخری تین پاروں کی تصحیح اور عنوانات لگانا باقی تھا کہ انہوں نے جامِ شہادت نوش کرکے اپنے رب کے حضور ''تفسیر لاہوری'' کا آرزو لے کر پہنچ گئے۔

''تفسیر لاہوری'' تکمیل کے آخری مراحل میں تھی کہ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا پیمانہ عمر لبریز ہوگیا اور وہ جامِ شہادت نوش کرکے اپنے خالق سے جا ملے، انکے فرزند مولانا راشدالحق سمیع صاحب کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے دن رات ایک کرکے اس کی تکمیل اور اشاعت کا بندوبست کرادیا۔

مرتب تفسیر نے اس تفسیر کی ابتدا میں ''تفسیر لاہوری کا منہج اور اہم خصوصیات'' کی تحت تفسیر کی اقسام، دورہ تفسیر کی ضرورت، حضرت لاہوری کے دورہ تفسیر کی منہج اور اس کی خصوصیات پر سیر حاصل بحث کی ہے، حضرت لاہوری کے دورہ تفسیر کے منہج سے متعلق لکھتے ہیں:

''حضرت لاہوری خود دورہ تفسیر کی ابتدا میں مقدمہ تفسیر کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ یہاں جو کچھ بیان کیا جائے گا حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی منہج پر ہوگا، حقیقت میں یہ سب کچھ حضرت سندھیؒ کی جامعیت علوم، قرآنی علوم میں کمال بصیرت اور عالمی سیاست پر عمیق نظر کی بدولت ہے اور ان کی سالہا سال کی دماغی محنت اور تجربہ ہائے دراز کا نتیجہ ہے، یہ عظیم الشان خدمت انہوں نے امروٹ شریف (ضلع سکھر) کی مسجد میں معتکف بیٹھ کر سرانجام دی تھی، اگر کسی کو اس سے کوئی نئی چیز سمجھ میں آجائے تو چشم ما روشن دل ما شاد''۔

تمام راہیں اسی رہ گزر سے ملتی ہیں
پتا تو ایک ہی ہے نامہ بر کہیں کا بھی ہو

''تفسیر لاہوری'' میں مولانا سمیع الحق صاحب نے درج ذیل امور کا اہتمام کیا ہے: وہ سب سے پہلے مکمل رکوع کا ترجمہ کرتے ہیں، پھر ''خلاصہ'' کے عنوان کی تحت اس کا خلاصہ بیان کرتے ہیں، اس کے بعد ''ماخذ'' کا ذکر کرتے ہیں، پھر ہر آیت پر عنوان لگا کر اس آیت کا خلاصہ بیان کرتے ہیں اگر کہیں مزید عنوانات کی ضرورت پڑتی ہے تو مستقل عنوانات لگا کر تفصیلی بحث کرتے ہیں اور علمی نکات بیان کرتے ہیں، جہاں کہیں احادیث ہیں تو امہات کتب سے ان کی تخریج کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔

تفسیر لاہوری میں حضرت لاہوریؒ کے دروس قرآن اور ترجمہ قرآن پر اس وقت کے نامور علماء مولانا انور شاہ کشمیریؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، علامہ سید سلیمان

ندویؒ، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا غلام اللہ خانؒ وغیرہم نے جو تقاریظ اور تاثرات تحریر فرمائے تھے، ان کو بھی شامل کیا گیا ہیں ۔اس کے علاوہ دورِ حاضر کے جید علمائے کرام جیسے شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی ، مولانا انوار الحق حقانی، مولانا شاہد سہارنپوری، ڈاکٹر سید سلمان ندوی، مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر، مولانا فضل الرحیم اشرفی، مولانا محمد حنیف جالندھری، مولانا مفتی غلام الرحمٰن اور مولانا عبدالقیوم حقانی صاحبان وغیرہم کے تاثرات وتقریظات بھی ہیں۔

''تفسیر لاہوری'' ولی اللہی منہج پر اردو میں لکھی گئی تفاسیر میں اپنا ایک مقام رکھتی ہے، یہ ایک انقلابی فکر کی تفسیر ہے جو ایک انقلابی شخصیت سے ایک اور انقلابی شخصیت نے تحریر کی ہے۔

عصرِ حاضر کے مسائل پر گہری نظر ڈالی گئی ہے، یہ اردو زبان میں اپنی نوعیت کی ایک غیر معمولی تفسیر ہے،عوام وخواص ہر دونوں طبقات اس سے استفادہ کر سکتے ہیں،اس کی زبان سہل ہے۔

دس جلدوں اور۵۵۲۳صفحات پر مشتمل اس تفسیر کی اشاعت کا بیڑا ''مؤتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک'' نے اٹھایا ہے۔وہ یقیناً شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس عظیم تفسیر کی اشاعت کو ممکن بنایا۔

- ☆ جلد اول۵۹۴صفحات: سورہ فاتحہ تا بقرہ آیت ۲۱۰ (پارہ ۱۔۲) پر مشتمل ہے۔
- ☆ جلد دوم ۵۶۰صفحات: سورہ بقرہ رکوع ۲۶ تا سورہ النسا رکوع ۱۰ (پارہ ۲ تا ۴) پر محیط ہے۔
- ☆ جلد سوم ۵۶۸صفحات: سورہ نسا رکوع ۱۱ تا سورہ الاعراف رکوع ۱۰ (پارہ ۵ تا ۸) پر مشتمل ہے۔
- ☆ جلد چہارم ۵۹۹صفحات: سورہ الاعراف رکوع ۱۱ تا سورہ ھود (پارہ ۸ تا ۱۳) پر مشتمل ہے۔
- ☆ جلد پنجم ۵۱۸صفحات: سورہ یوسف تا سورہ بنی اسرائیل (پارہ ۱۳ تا ۱۵) پر مشتمل ہے۔
- ☆ جلد ششم ۵۳۱صفحات: سورہ کہف تا سورہ نور (پارہ ۱۵ تا ۱۸) پر مشتمل ہے۔
- ☆ جلد ہفتم ۵۴۸صفحات: سورۂ فرقان تا سورہ سبا (پارہ ۱۸ تا ۲۲) پر مشتمل ہے۔
- ☆ جلد ہشتم ۵۶۰صفحات: سورہ فاطر تا سورہ الاحقاف (پارہ ۲۲ تا ۲۶) پر مشتمل ہے۔
- ☆ جلد نہم ۵۳۱صفحات: سورہ محمد تا سورہ ملک، (پارہ ۲۶ تا ۲۹) پر مشتمل ہے۔
- ☆ جلد دہم ۵۱۴صفحات: سورہ قلم تا سورہ الناس (پارہ ۲۹ تا ۳۰) پر مشتمل ہے۔

مولانا محمد ساجد احمد عباسی
ابن مشتاق احمد عباسیؒ

حضرت مولانا مشتاق احمد عباسیؒ

(حیات و خدمات)

اسم گرامی: آپؒ کا اسم گرامی مشتاق احمد عباسی تھا، والد گرامی کا نام خدا بخش خان عباسی تھا۔
جائے پیدائش: آپؒ کی جائے پیدائش نواں کوٹ، خانپور ضلع رحیم یار خان ہے۔
تاریخ پیدائش: آپؒ کی تاریخ پیدائش ۳۰ رشوال ۱۳۷۳ھ بمطابق ایک جنوری ۱۹۵۴ء ہے۔
حصول علم: آپؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ والد ماجد نے ہم تینوں بھائیوں رشید احمد، بشیر احمد اور مجھے حضرت درخواستی کے مدرسہ مخزن العلوم میں داخل کرادیا۔ میرے قرآن مجید کے استاذ پہلے قاری عبید اللہ صاحبؒ تھے، اس کے بعد قاری نور احمد صاحبؒ سے تقریباً پورا قرآن مجید حفظ کیا، حضرت قاری نور احمد صاحبؒ والد کی طرح شفیق و مہرباں تھے، حضرت درخواستیؒ کی آواز سے ترجمہ قرآن و حدیث و بیانات و مواعظ شروع ہی سے سنے، خان پور بالکل چھوٹا شہر تھا، حفظ کے بعد درجہ کتب بھی درس مخزن العلوم میں شروع کیا، فارسی کے ہمارے استاذ مولانا عبدالواسع مرحوم اور حاجی مطیع الرحمٰن درخواستی تھے، کافیہ تک پڑھنے کے بعد پھر میں خانپور سے ماڑی اللہ بچایا داخل ہوگیا، یہاں مہتمم مدرسہ حافظ نذر محمد صاحبؒ اور استاذ کتب مولانا محمد امیر تونسویؒ تھے، ایک سال یہاں پڑھنے کے بعد پھر میں گوجرانوالہ مدرسہ نصرۃ العلوم میں داخل ہوا، یہاں مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ و حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کی شاگردی نصیب ہوئی۔

۱۹۷۳ء میں جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں داخل ہوا، یہاں مہتمم حضرت مولانا حبیب اللہ صاحبؒ تھے، میرے اساتذہ حضرت علامہ غلام رسولؒ، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ خاص طور پر تھے،۱۹۷۴ء میں دارالعلوم کبیر والا میں داخل ہوا، یہاں مشہور اساتذہ میں حضرت مولانا مفتی علی احمدؒ، حضرت مولانا منظور الحقؒ اور مولانا محمد یاسینؒ تھے۔۱۹۷۵ء میں دورہ حدیث کے لیے جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں داخلہ لیا، بخاری شریف جلد اول حضرت مفتی ولی حسن ٹونکیؒ اور

جلد ثانی حضرت اقدس علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ سے پڑھنے کی سعادت ملی۔ دورہ تفسیر القرآن حافظ القرآن والحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ کے پاس پانچ مرتبہ پڑھا، حضرت تاج الاصفیاء شیخ المشائخ حضرت مولانا عبداللہ بہلویؒ کے پاس اور مولانا غلام اللہ خانؒ کی خدمت میں بھی دورہ تفسیر القرآن پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

روحانی سفر

آپؒ کئی سلاسل طیبہ سے روحانی طور پر مستفید تھے: (۱) سلسلہ عالیہ نقشبندیہ (۲) سلسلہ چشتیہ (۳) سلسلہ قادریہ (۴) سلسلہ سہروردیہ (۵) سلسلہ مدنی

جن مشائخ عظامؒ سے آپ کو خلافت ملی:

(۱) حضرت صوفی محمد یعقوب صاحب پانی پتی ثم لکھنوی مقیم و مدفون کبیر والا ضلع خانیوال

(۲) حضرت مولانا عزیز احمد بن حضرت مولانا عبداللہ بہلویؒ

(۳) حضرت مولانا قاری محمد ایوب الرحمٰن انوری بن حضرت اقدس مولانا محمد انوریؒ

(۴) حضرت صوفی احمد دینؒ (۵) حضرت صوفی محمد اسلم مدنیؒ (۶) حضرت مولانا حامد علی شاہؒ

آپؒ انتہائی سادگی پسند تھے، اپنے آپ کو حد درجہ مٹایا ہوا تھا، تواضع اور عاجزی کی جیتی جاگتی مثال تھے، آپؒ نے اپنے جو مختصر حالات زندگی تحریر فرمائے ہیں، ان کا عنوان داستان فقیر اور سوانح فقیر ہے، آپؒ درویش صفت انسان تھے، گوشہ نشینی پسند فرماتے تھے، ہجوم خلق سے گھبراتے تھے، آپؒ پر اخفائے حال غالب تھا، بہت صاف دل تھے، دل میں کوئی بات نہیں رکھتے، اللہ والے تھے، متقی و پرہیزگار تھے، متوکل تھے، اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتے تھے، مخلوق پر اعتماد نہیں فرماتے تھے، آپؒ فقیر اور قلندر صفت عظیم اور انسان تھے، جب آپؒ نے اندرون سندھ سیلاب زدگان کی معاونت کیلئے سفر فرمایا تو وہاں اپنے پاس موجود تمام پیسے تقسیم فرمائے یہاں تک کہ اپنی گاڑی کے پیٹرول کے پیسے بھی باقی نہ رہے۔

آپؒ مخلوق خدا پر بہت تھے مشفق تھے، سخاوت میں بے مثال تھے، حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق النفس کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں فرماتے تھے، ہر قسم کی مخلوق خدا آپؒ سے استفادہ کرتی تھی، جب راہ خدا میں خرچ کرتے تھے تو اس پر مطلع ہونے والوں کو فرمادیا کرتے تھے کہ یہ کسی کو نہ بتانا حتیٰ کہ میرے بیٹوں کو بھی نہ بتانا، مہمان نوازی میں بے مثال تھے، اپنے متعلقین سے فرماتے تھے کہ مدرسے میں

آنے والا کوئی شخص کھانا کھائے بغیر نہ جائے، مہمانوں کو اتنا کھلاتے تھے کہ خدمت کرنے والے آپؒ کے حکم کے مطابق اشیائے خورد و نوش لا لا کر تھک جاتے، آپ نے اپنے متعلقین پر اتنا احسان فرماتے تھے کہ وہ آپؒ کے احسانات تلے دب جاتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ آپؒ نے احسانات کی حد کر دی ہے۔

آپؒ نے امام الانبیاء شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین، نبی آخر الزمان، صاحب خلق عظیم سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کے مسئلہ عظیمہ جلیلہ کیلئے بھی پوری بھی اور کوشش فرمائی ہے اور اس کیلئے بڑی خدمات قولی، فعلی اور تحریری طور پر انجام دی ہیں، اس کے لئے بڑے اسفار بھی فرمائے ہیں، تحفظ ختم نبوت کے لیے ہر میدان میں کام کیا، آپؒ کے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بڑے حضرات اور اہل شوریٰ سے اچھے تعلقات تھے، مثلاً حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ (جو آپؒ کے ہم درس بھی تھے، رفیق سفر بھی تھے) حضرت مولانا محمد جمیل صاحبؒ حضرت مولانا مفتی عبدالمجید دین پوری شہیدؒ آپؒ خود ہی ختم نبوت کے لیے ایک توانا آواز تھے۔

تصنیفات و تالیفات

آپؒ کئی کتابیوں کے مصنف اور مرتب تھے:

(۱) خطبات مواعظ جمعہ (۲) مخزن مواعظ (اردو ترجمہ مجموعۃ الخطب تالیف مولانا عبدالحئی لکھنوی)

(۳) تقاریر جمعہ (۴) فیض کثیر (عملیات) (۵) مدارج ابن عربی

(۶) شجر حلیہ مبارکہ (۷) انسانیت شیطان کی گرفت میں

آپؒ کی مشہور زمانہ کتاب خطبات و مواعظ جمعہ ہے، جو کتب خانوں کی زینت ہے، جس سے ہر طبقہ کے لوگ بھر پور استفادہ کر رہے ہیں، اس کتاب کی بدولت آپؒ اپنے ظاہری انتقال کے بعد بھی علمی میدان میں زندہ ہیں، اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں چھپنے کے بعد ہندوستان میں بھی چھپی ہے، آپؒ نے کئی مفید کتب اور رسائل بھی چھپوا کر ملت تقسیم فرمائے تھے:

(۱) کمال الشیم (ترجمہ الحکم العطائیۃ) از امام ابن عطا اللہ الاسکندریؒ

(۲) فتوحات ابن عربی از حضرت مولانا محمد مبارک علیؒ، (اس کا مقدمہ آپؒ نے تحریر فرمایا ہے)

(۳) علوم روحانی از مولانا محمد برکت اللہ رضا صاحبؒ

(۴) مجموعہ خطب (۵) مجموعہ وظائف

آپؒ نے مدرسہ صدیقیہ گارڈن کراچی سے ایک رسالہ بنام ماہنامہ ''الہادی'' جاری فرمایا جو سالہا سال تک چھپتا رہا اور مخلوق منتفع ہوتی رہی، اس ماہنامہ کی بدولت آپؒ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، یہ ماہنامہ خالص علمی تصوف کا ترجمان تھا، اس کے ذریعے اخلاق حسنہ، نسبت مع اللہ، تعمیری اور مثبت سوچ کا پیغام ایک جہاں میں پھیل جاتا تھا۔

انتقال پر ملال

انتقال کی رات آپؒ اپنے معمول کے مطابق تہجد کے لیے بیدار ہوئے اور عبادات میں فجر تک مصروف رہے۔ فجر کی اذان ہونے پر فجر کی نماز مسجد صدیق اکبر گارڈن کراچی میں خود پڑھائی، نماز کی دونوں رکعتوں میں سورۂ الدھر پوری تلاوت کی حالانکہ عام معمول یہ سورت پوری پڑھنے کا نہیں تھا، نمازی حضرات کہتے ہیں کہ اس دن بڑی کیفیات کے ساتھ نماز پڑھائی تھی، ہر آیت ترتیل کے ساتھ تلاوت کی تھی جس کے دوران رو رہے تھے، نماز کے بعد سورۃ الکہف تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد معمول کے مطابق صاحبزادگان کے ساتھ ناشتہ تناول فرمایا۔

ناشتہ کے بعد پوتوں سے شفقت کا معاملہ فرمایا، ان کو تعلیم کے لیے روانہ فرماتے وقت خرچہ بھی دیا، ان کے سارے معاملات بھی ملاحظہ فرمائے، اس کے بعد مسجد میں بیٹھ کر اپنے وظائف و اوراد، دلائل الخیرات شریف، حزب البحر، اذکار اور تلاوت میں مشغول ہو گئے، تقریباً ساڑھے سات بجے آپؒ کے صاحبزادے مولانا محمد عاصم بخاری نے دیکھا کہ دعا میں مصروف ہیں، رو رہے ہیں، گریہ وزاری جاری ہے، بیٹے کو دیکھا تو اخفائے حال کے لئے کتاب اپنے چہرہ مبارک کی دوسری طرف کر دی تاکہ ان کو اپنا حال معلوم نہ ہو، آٹھ بجے مسجد کے محراب منبر اور مصلی کی طرف گئے اور خادموں کو صفائی کا حکم دیا جمعہ کی تیاری کے لئے گھر بھی تشریف لے گئے واپس تشریف لا کر مسجد میں بیٹھ گئے۔

مدرسہ صدیقیہ کے ایک استاذ نے آٹھ بج کر چالیس منٹ پر دیکھا کہ آپؒ کی گردن مبارک تھوڑی سی جھکی ہوئی ہے اور کچھ پڑھ رہے ہیں، اسی دوران دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، تھوڑی دیر بعد ذکر کرتے ہوئے دوبارہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو ہاتھ مبارک نہ اٹھائے جا سکے، یہ دیکھ کر مدرسہ کے استاذ نے چیخ ماری اور صاحبزادگان کو بلایا، اس وقت آپؒ ذکر میں مشغول تھے اور آخری سانسوں میں تھے، اسی دوران آپؒ نے کلمہ پڑھ کر اپنی جان جو ایک امانت تھی اپنے خالق حقیقی کے سپرد کر دی (اناللہ وانا الیہ راجعون)

آپؒ کا انتقال بروز جمعۃ المبارک بوقت آٹھ بج کر چالیس منٹ پر ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۱/ نومبر ۲۰۲۲ء حساب قمری کے اعتبار سے اکہتر سال کی عمر میں اور حساب شمسی کے اعتبار سے اڑسٹھ سال عمر میں ہوا، انتقال کے بعد بااطمینان لگ رہے تھے، چہرہ مبارک پر خوف کی کوئی علامت نہیں تھی، انتقال کے بعد جسم مبارک تر و تازہ تھا، جسم مبارک چمک رہا تھا، باوجود یکہ آپؒ بڑھاپے میں داخل ہو چکے تھے، انتقال کے بعد چہرہ مبارک جوانوں کی طرح تھا، ایسا لگ رہا تھا کہ گویا سولہ سال کا کوئی جوان سویا ہوا ہے، چہرہ مبارک کی جھریاں بھی ختم ہو گئیں۔

زندگی میں آپؒ کے جسم مبارک سے ایک خاص قسم کی خوشبو آتی تھی، انتقال کے بعد آپؒ کی استعمال فرمودہ تسبیح مبارک سے بھی وہی خوشبو آتی ہے۔

آپؒ کے انتقال کی خبر آناً فاناً پورے شہر میں پھیل گئی اور لوگ نماز جنازہ میں شرکت کیلئے آنے لگے، انتقال کے بعد آپؒ کو غسل آپؒ کے صاحبزادوں مولانا محمد ساجد صاحب، مولانا محمد عاصم صاحب، مولانا محمد حامد صاحب، مولانا محمد راشد صاحب مدظلہم، خادم محمد داؤد اور علی بہادر نے دیا۔

جمعہ کی نماز سے قبل آپؒ کے صاحبزادے مولانا محمد عاصم صاحب نے تقریر فرمائی، جمعہ کی نماز مولانا محمد ساجد صاحب مدظلہم نے پڑھائی، اس کے بعد کثرت اژدہام کی بناء پر لاؤڈ اسپیکر کا انتظام کیا گیا، مسجد کی تینوں منزلیں بھر گئی تھیں، نماز جنازہ آپؒ کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد ساجد عباسی صاحب نے پڑھائی۔

اس کے بعد آپؒ کے جسد مطہر کو آپؒ کی منشا کے مطابق دین پور شریف پنجاب، گاڑی میں لے جایا گیا، وہاں دور دور ڈیرہ غازی خان، رحیم یار خان، ملتان شریف، مظفر گڑھ، ظاہر پیر، علی پور اور لیاقت پور وغیرہ سے آئے حضرات کی موجودگی میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن درخواستی صاحب بن حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ نے آپؒ کی نماز جنازہ پڑھائی، آپؒ کی تدفین آپؒ کی خواہش کے مطابق دین پور شریف کے بزرگوں کے قبرستان میں آپؒ کے صاحبزادگان اور حاضرین کی آہوں کے ساتھ عمل میں آئی اللھم اغفر له وارحمه (آمین یا اله العالمین)

قسط (۵)

مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

سفرنامہ سینگال و گیمبیا مغربی افریقہ

ہفتہ ۲۴ ستمبر ۲۷ صفر المظفر : آج جب فجر کی نماز ادا کی، تو مقبول بھائی اور میزبان یوسف کے ہمراہ سمندر کے کنارے گیا، سمندر تک گلی کوچوں کے درمیان پیدل ہی گئے، تقریبا دو سے تین کلو میٹر کا فاصلہ تو ہوگا، جس علاقے میں ہماری رہائش تھی یہاں بھی مالدار لوگ ہی رہائش پذیر تھے، راستے میں بڑے بڑے بنگلے اور کوٹھیاں تھیں، نیز متحدہ عرب امارات کا سفارت خانہ بھی اسی راستے پر قائم تھا، قریب میں دیگر ممالک کے سفارت خانے بھی تھے، گیمبیا میں پاکستان کا سفارت خانہ نہیں ہے، سینگال میں واقع سفارت خانہ ہی اردگرد کے چار پانچ ممالک کی دیکھ بھال کرتا ہے، سمندر کے کنارے بھی بڑی بڑی کوٹھیاں اور ہوٹلز بنے تھے، جس میں اکثر غیر ملکی رہتے تھے، سمندر کے کنارے صبح سویرے بھی لوگوں کا چہل پہل تھا، کوئی چہل قدمی کررہا تھا تو کوئی نہانے میں مصروف، سمندر کے کنارے ایک پارک بھی تھا جس کا نام مانکی (بندر) پارک تھا، اس پارک میں آم اور ناریل کے درخت بہت زیادہ تھے، نیز بندر بھی اس میں بہت تھے، سینگال اور گیمبیا دونوں میں آم کے درخت بہت زیادہ تھے، بعض تو ایسے میٹھے تھے کہ شکر کو مات دے، مگر شوق سے کھانے والے بہت کم تھے، اکثر درخت ہی پر گل سڑ رہے تھے۔

سمندر کے کنارے تھوڑی دیر چہل قدمی کے بعد اللہ تعالیٰ کی بے مثال صناعیت پر تھوڑی دیر غور کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کتنا حسین منظر بنایا ہے جو لوگ ساحل سمندر پر رہتے ہیں، ایک تو شہر کے ہنگامہ آرائیوں سے محفوظ ہوتے ہیں تو دوسری طرف آنکھ کھلتے ہی کھڑکی کا پردہ ہٹانے پر تازہ ہوا کے جھونکے انہیں چھوتے ہوئے کمرے میں داخل ہوتے ہیں اور صرف چند قدم کی دوری پر وہ چہل قدمی کرنے کی غرض سے ساحل پر پہنچ جاتے ہیں اور قدموں کو چھوتی لہریں انہیں ہشاش بشاش کر دیتی ہیں، ۱۱ بجے کے قریب عمر بھائی آئے اور ہمیں ایک ورکشاپ لے گئے، جہاں درجنوں کے قریب مستری گاڑیوں کی مرمت میں مصروف تھے، وہاں پیر زاہد شاہ صاحب نے قرآن مجید کے فضائل بیان کئے، شاہ جی کا بیان انگلش میں تھا اور عمر بھائی مقامی زبان میں ترجمانی کررہے تھے، ترغیب کے بعد قرآن کلاس بنائی، پہلا سبق دیا اور روزانہ بیس منٹ قرآن پڑھنے کا وعدہ لیا، عمر بھائی نے بھی وعدہ کیا کہ وہ خود روزانہ انہیں پڑھانے آیا کرے گا، بعد ازاں میزبان ہمیں ایک مدرسہ لے گئے، جہاں حفظ وناظرہ کی کلاسیں لگی تھیں، بچوں اور بچیوں کی الگ الگ جماعتیں بنائی گئی تھیں، سب سے پہلے بچیوں کے کلاس گئے، یہاں بھی مشورہ سے شاہ جی کا بیان طے ہوا، شاہ جی بزرگ ہیں اور زبان وبیان

پر قدرت بھی حاصل ہے اس وجہ سے ہر جگہ انہی کا بیان ہوتا ہے، بچیوں سے امتحان بھی لیا کہ کیا پڑھا ہے؟ اسی طرح حفاظ کی کلاس میں بھی گئے، ان سے حفظ کرنے کا طریقہ پوچھا کہ کیسے حفظ کرتے ہیں؟ حفظ کے ساتھ کیا کیا پڑھایا جاتا ہے؟ شاہ جی نے آخر میں حفاظ سے وعدہ لیا کہ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد علم حاصل کروگے اور پھر پوری دنیا میں قرآن کی تعلیم عام کروگے۔ یہاں سے واپسی پر راستے میں ٹیلرنگ کی دکان پر رکے، یہاں پانچ چھ کاریگر اپنے کام میں مصروف تھے، شاہ جی نے انہیں بھی قرآن مجید پڑھنے کی ترغیب دی، امام عمر کے ذمے لگایا کہ وہ انہیں روزانہ پڑھائے، عصر کے بعد امام عمر نے علاقہ بھر کے علماء کو جمع کیا تھا، اس مجلس علماء بالخصوص روضۃ المجالس کے نائب صدر شیخ محمد الامین یافع اور جنرل سیکرٹری شیخ کونت بمع احباب کے شریک ہوئے، انہوں نے لامذہبیت سے متعلق اپنا رونا رویا کہ کس طرح لوگ مالکی مذہب کو چھوڑ رہے ہیں اور لامذہبی تو غیر مقلدیت اختیار کررہے ہیں، شیخ یافع نے مجھے بتایا کہ ہم اس بارے میں بہت فکر مند ہیں کہ سعودی والے ہمارے بچوں کو لے جاتے ہیں وہ جب وہاں سے پڑھ کر واپس آتے ہیں تو پھر اپنے ماں باپ کو کہتے ہیں کہ تم غلط ہو پھر وہ کسی کی نہیں سنتے، شیخ یافع آل ورلڈ صوفی ازم کے اتحاد کے خواہاں تھے، انہوں نے بعض ممالک کے امراء وسفراء کے نام خطوط بھی لکھے تھے، جس کی نقل ہمیں بھی دکھائی، انہوں نے مجھے بتایا کہ پاکستان کے علمی شخصیات کے نام خطوط دوں گا، مگر افسوس کہ دوبارہ ان سے ملاقات نہ ہوسکی، شاہ صاحب نے انہیں بھی اپنے مشن قرآن کلاسز سے متعلق آگاہ کیا اور عملی طور پر کلاسیں بنائے بھی، اس آئیڈیا کو انہوں نے پسند کیا اور اپنے اپنے زیر اثر علاقوں میں کام کرنے کا عزم کیا، مغرب کے بعد جامع مسجد کے امام وخطیب شیخ منتقی نے ایک بار پھر مہمانوں کی آمد کا شکریہ ادا کیا، آج ہمارے میزبان شیخ عمر نے الوداعی دعوت کا اہتمام کیا تھا، جس میں انکے پیر ومرشد کے علاوہ علماء ومشائخ اور انکے خاندان کے افراد بھی شریک تھے، انہوں نے ایک عالی شان قسم کی میز و دسترخوان تیار کی تھی، جس پر پھول بھی سجے تھے، خدمت والے حاضر باش کھڑے تھے، کھانے کا انتظام بہت اچھا اور اعلیٰ تھا، اپنے روایتی کھانے تیار کیے تھے، ہر چیز سے ان کی محبت اور خلوص ٹپک رہا تھا، اللہ تعالیٰ اس اکرام کے بدلے ان کے سارے مسائل حل فرمائے (آمین)

شاہ جی نے اسی مجلس میں امام عمر کو اپنا متبنی بنایا اور دستار بندی بھی کروادی اور قرآن کلاسز کیلئے گیمبیا میں انہیں اپنا خلیفہ بنایا، یہ منظر بھی دیدنی تھا، خاندان کے تمام افراد نے شیخ عمر کو مبارکباد دی، شیخ عمر بھی خوش تھے کیونکہ ان کے اپنے والد رحلت فرما چکے تھے، پیر جی زاہد شاہ گیلانی کی صورت میں انہیں شفیق والد مل گیا تھا۔

۲۵ ستمبر، ۲۸ صفر المظفر بروز اتوار: شیخ عمر نے تین دن تک ہمارا خوب اکرام کیا، آج ہم نے ان سے اجازت طلب کی تو ناشتہ کے بعد امام عمر ٹیکسی لے آئے، ہم جب سامان ٹیکسی میں رکھ رہے تھے تو گھر کے سارے افراد رو رہے تھے، ایسے جیسے کسی عزیز کو لمبے سفر پر روانہ کررہے ہو، بالخصوص شیخ عمر کی والدہ جس

نے تینوں دن ہمارے لیے کھانا تیار کیا تھا وہ بہت اداس تھی، مقبول بھائی نے باری باری سب کے ساتھ سیلفیاں بنائیں اور ان کے خاندان کے افراد کو تحائف دیئے جسے وہ پاکستان سے ساتھ لائے تھے، اس کے بعد ہم نے شیخ منتقی صفواد (جو کہ امام عمر کے پیرومرشد تھے) کے ہاں گئے، ان سے الوداعی ملاقات کی اور یوں ہم وہاں سے معہد الازہر کے لیے روانہ ہوئے، معہد الازہر ایک تعلیمی ادارہ ہے، جو کہ ایک خانقاہ کے تحت کام کررہا ہے، یہ بکاؤ بانجول میں واقع ہے، یہ علاقہ نسبتاً پسماندہ تھا، اس خانقاہ کا تعلق بھی طوبی کے پیروں سے ہے، معہد الازہر میں اسکول کیساتھ ساتھ مدرسہ بھی ہے، جہاں حفظ قرآن پڑھایا جاتا ہے، یہاں بھی حفظ قرآن کا وہی طریقہ ہے جو شیخ احمد بامبا کا تھا یعنی قرآن لکھوایا جاتا ہے، جس حافظ نے اپنے حافظہ اور یادداشت سے قرآن نہیں لکھا وہ حافظ شمار نہیں ہوتا، یہاں کے بعض مریدین نے ہمارا استقبال کیا، یہاں بھی عمر نامی ایک معمر شخص ہمارے میزبان ہیں، عمر بھائی نے رخصت طلب کی اور ہمیں اپنے ہم نام کے حوالے کیا، وہ ہمیں مہمان خانہ لے گئے، جہاں ہم نے آرام کیا۔ مغرب کے بعد شاہ جی نے بعض افراد سے انفرادی ملاقاتیں کی اور انہیں اپنے مشن کے بارے آگاہ کیا۔

پیر ۲۶ ستمبر بمطابق ۲۹ صفر المظفر: آج کا دن بھی معہد الازہر میں رہے، کھانے پینے کا نظام انہی کی طرف سے ہے آج مقبول بھائی نے دبئ ویزہ کے حصول کیلئے تصویر کھنچوانے تھے، اس نے ایک تصویر بھیجی تو ایجنٹ نے کہا کہ یہ تصویر قبول نہیں کیونکہ داڑھی بڑی ہے اس نے پہلے تو ٹائپ لگا کے داڑھی چھوٹی کی اور مجھے کہا دیکھو مولانا! اب میں صرف ویزہ کے لیے داڑھی کٹوا دوں اس وجہ سے تو میں نے امریکہ کا ویزہ چھوڑا تھا، اب حیلہ کر کے ٹائپ لگوا کر تصویر کھنچوانے آیا تو فوٹو گرافر بھی ڈر گیا کہ یہ دہشتگرد کہاں سے آئے، اسے سمجھایا تو اس نے تصویر کھینچی اور واپس ہوئے، آج کے اس کے علاوہ کوئی قابل ذکر کام نہیں کیا، شاہ جی نے مشورہ کیا کہ آج یہاں پاکستانی ہیں ان کے ہاں چلتے ہیں اور کل واپس سنیگال چلے جائیں گے، مقبول بھائی اور میں سنیگال کے ٹکٹ لینے بس اڈہ گئے اور ٹکٹیں خرید لائے۔ بہر حال! مغرب سے، قبل فیصل آباد کے بعض احباب (جو کہ تجارت کی غرض سے گیمبیا میں مقیم ہیں، شاہ جی کا ان سے پرانا جان پہچان تھا) کے ہاں گئے، انہوں نے رات خوب مہمان نوازی کی، پاکستانی کھانے کھلائے، شاہ جی نے انہیں قرآن کلاسز سے متعلق کارگزاری بیان کی اور ان سے گیمبیا کے حالات معلوم کی، انہوں نے کہا کہ گیمبیا میں قادیانیوں کی سرگرمیاں بہت تیز اور زیادہ ہیں، انہوں نے یہاں اسکول بنائے ہیں، یونیورسٹی بنوائی ہے اپنی عبادت گاہیں تعمیر کروائی ہیں اور ایک قادیانی تو یہاں کے اسمبلی کا ممبر بھی ہے، یہ ہوشربا انکشافات سن تو ہمارے رونگٹے کھڑے ہوئے، یہ کام قادیانی کوئی چوری چھپکے نہیں کرتے بلکہ ان کے رسالوں، اخبارات اور ویب سائٹس پر باقاعدہ یہ کارگزاریاں شائع ہوتی رہتی ہیں، رانا حسن کا کہنا تھا کہ لوگوں کو جب ان کی حقیقت کا پتہ چلتا ہے تو پھر ان کے پاس نہیں جاتے، اللہ کو علم کہ اب تک کتنے مسلمانوں کا ایمان خراب کرچکے ہیں۔ (جاری ہے)

ادارہ

افکار و تاثرات

- **مولانا محمد اشرف علی صاحب** (مدیر دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی)

مکرم و محترم حضرت مولانا راشد الحق حقانی صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بعد از سلام مسنون، خیریت جانبین تفسیر لاہوریؒ کا سیٹ ملا، بہت شکریہ، یادآوری کا شکریہ کہ آپ نے دارالعلوم تعلیم القرآن کو یاد رکھا، ان شاء اللہ کبھی حاضر ہوں گا، میری طرف حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ العالی کو سلام پیش کردیں اور دعاؤں کی درخواست کردیں۔ شکریہ

- **مولانا عزیز الرحمٰن صاحب** (مدیر ''البلاغ'' دارالعلوم کراچی)

محترم المقام مولانا راشد الحق صاحب زیدمجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آنجناب کی طرف سے ''تفسیر لاہوری'' کا بہت قابل قدر قیمت ہدیہ باعث تکریم ہوا، جزاکم اللہ خیرالجزاء واسعدکم فی الدارین آمین یارب العالمین. اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے تمام نیک مقاصد اور علمی سرگرمیوں میں کامیاب بنائے اور ترقیات سے نوازے۔

- **مولانا مفتی رفیق احمد بالاکوٹی** (استاد و مشرف تخصص فی الفقہ الاسلامی، بنوری ٹاؤن)

گرامی قدر حضرت مولانا راشد الحق سمیع صاحب (مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''الحق'' جامعہ دارالعلوم حقانیہ)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اطلاعاً عرض ہے کہ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی عظیم علمی کاوش ''تفسیر لاہوری'' دس جلدوں میں وصول پاکر ممنون و مسرور اور بے حد محظوظ ہوا ہوں، اس گراں قدر تفسیری خدمت سے متعلق بندہ کے طالب علمانہ تاثرات اشاعت سے پیش تر ہی شائع ہو چکے تھے، آپ کی مؤتمر المصنفین کی ذرہ نوازی اور قدر افزائی کی بدولت وہ تاثرات اس عظیم خدمت پر عظمائے ملت کے قیمتی تاثرات کا لاحقہ بننے کا شرف بھی پاچکے ہیں جو کہ اس عالی قدر تفسیر کے تعارف و تبصرہ سے زیادہ میرے لیے اعزاز و افتخار کا ذریعہ ہے، میں اسی پر اکتفا کرتے ہوئے فی الحال یہ اطلاعی خط خدمت گزار کر رہا ہوں، اگر دوران مطالعہ مزید کچھ عرض کرنے کا موقع آیا تو بشرط فرصت عرض کردوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ، دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو اپنے آباء کی علمی میراث کی تقسیم و توزیع کے لیے یوں ہی موفق رکھے، آمین۔

● مولانا ڈاکٹر قاسم محمود صاحب

برادر مکرم حضرت مولانا راشد الحق سمیع دامت برکاتکم العالیہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ !ایک بار پھر آپ کی طرف سے ایک اور نہایت قیمتی تحفہ حضرت شہید اسلام قائدنا البطل حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ایک اور شاندار یادگار تفسیر احمد علی لاہوریؒ باصرہ نواز ہوا، حضرت امام التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے اس عظیم مجموعہ دروس کا خدا شاہد ہے کہ جب سے سنا تھا کہ حضرت شہیدؒ (اپنی حیات میں) اس پر کام کر رہے ہیں تو اس وقت سے ہی بڑی بیتابی سے اس کا انتظار تھا، ہماری علمی تاریخ میں ایسے بہت سے قیمتی علمی موتی موجود ہیں، جو استاد اور شاگرد کی کاوشوں سے وجود میں آئیں، زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ اردو میں سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ''سیرت النبی'' کے عنوان سے جس مبسوط کتاب نے ایک دنیا کو اپنی سحر میں رکھا ہے، یہ بھی ایسی ہی ایک عظیم کاوش تھی، ''سیرت النبی'' علامہ شبلی نعمانیؒ نے شروع کی تھی مگر ابھی مکمل نہیں ہو پائی کہ داعی اجل نے انہیں مزید مہلت نہیں دی، ان کی وفات کے بعد علامہ شبلی نعمانیؒ کے عظیم شاگرد مولانا سید سلیمان ندویؒ اٹھے اور انہوں نے اس شاہکار کی تکمیل کی، اسی طرح شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے مسلم شریف کی عظیم شرح فتح الملھم لکھنا شروع کی مگر انہیں بھی اس کی تکمیل کا موقع نہیں ملا اور وہ داعی اجل کو لبیک کہہ گئے، بعد میں حضرت شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانیؒ کی اس عظیم کاوش کو حضرت ہی کے علمی جانشین اور ہمارے عظیم استاد حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی تقی عثمانی دامت فیوضھم نے تکمیل آشنا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

سیرت النبی اور فتح الملھم کی تکمیل اس لیے ہوسکی کہ دونوں کے مصنفین کو بہترین علمی وارثین میسر آئے، آج الحمد للہ آپ کی ان خصوصی علمی کاوشوں کو دیکھ کر جو آپ کے عظیم والد سے نسبت رکھتی ہیں، بے اختیار دل سے آپ کیلئے دعا نکلتی ہے اور دل میں یہی خیال آتا ہے کہ یہ حضرت شہید مظلوم مولانا سمیع الحقؒ کے اخلاص وللّٰہیت کا مظہر ہے کہ انہیں رب کریم نے آپ جیسا باکمال روحانی، علمی اور صلبی جانشین عطا فرمایا، یقیناً آپ جیسے اہل، قابل، لائق اور صاحبان توفیق سپوت ہی ہوتے ہیں جن کی وجہ سے بزرگوں کا ورثہ ضائع نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اس کا فیض عام کر دیتے ہیں، آپ کی یہ علمی پیش قدمیاں دیکھ کر آپ کی نجابت، اہلیت اور اخلاص کا پتا چلتا ہے۔

میری دعا ہے کہ یوں ہی اللہ تعالیٰ آپ سے دین کی خدمت کے کام لیتے رہیں، جہاں تک تفسیر لاہوری کی بات ہے، جاننے والے جانتے ہیں کہ حضرت احمد علی لاہوریؒ ہمارے ان بزرگوں

میں سے ہیں، جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کے کلام کے پیغام کو براہ راست عوام تک پہنچانے کیلئے عوامی دروس قرآن کا آغاز کیا۔ یہ ایسا عظیم الشان حلقہ تھا کہ اس سے استفادہ کرنے والوں میں جہاں عام عوام کی بہت بڑی تعداد شامل تھی، وہاں شیرانوالہ گیٹ کی جامع مسجد میں دیئے جانے والے ان دروس سے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے بھی استفادہ کیا۔

حضرت لاہوریؒ نے عوامی درس قرآن کا آغاز دراصل حضرت شیخ الہندؒ کی ایماء اور حضرت امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی رفاقت وصحبتوں کے اثر سے شروع کیا تھا۔ اس درس کا مقصد عوام کو براہ راست اللہ کے پیغام سے جوڑنا تھا، الحمدللہ اس سے ایک دنیا سیراب ہوئی اور پھر یوں چراغ سے چراغ جل اٹھے کہ اس کے بعد اور بھی بہت سے حضرات نے عوامی درس قرآن کا آغاز کیا، حضرت لاہوری کو فہم قرآن کے ساتھ تفہیم قرآن کا اللہ نے جو خاص ذوق عطا کیا تھا، اس کے پیش نظر ان کے درس کو بڑی خاص امتیازی حیثیت ومقام حاصل ہے۔ اس دور میں براہ راست تو بہت افادہ اور استفادہ ہوا اور لاکھوں لوگوں کی زندگیاں بدل گئیں اور ایک نسل نے فیض پایا مگر افسوس کہ بعد میں آنے والوں کیلئے یہ دروس مرتب اور منضبط نہ کیے جاسکے، حضرت لاہوریؒ کا ایک ترجمہ قرآن ''قرآن عزیز'' ملتا ہے، تاہم تفسیر پر کام بڑے عرصے تک تشنۂ عمل تھا، اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم سعادت ہمارے عظیم قائد حضرت شیخ سمیع الحق شہیدؒ کے مقدر میں لکھی تھی، چنانچہ حضرت نے اپنا آخری تحقیقی کام اسی کو سمجھ کر اس پر بہت عرقریزی اور محنت وخلوص سے کام کیا، جس کا صلہ آج ان کی وفات کے بعد برادرم راشد الحق سمیع کی تکمیلی کاوش کے ذریعے بڑے خوبصورت انداز میں طباعت کی صورت میں سامنے آگیا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دیگر علمی کاوشوں کی طرح اس عظیم خدمت قرآن کو بھی اپنی بارگاہ عالی میں قبول ومقبول فرمائے اور اس سے آنے والی نسلوں کو بھی مستفید ہونے کی توفیق بخشے (آمین) میں آخر میں اس خوبصورت تحقیقی اور علمی خدمت کو پایہ تکمیل تک پہنچانے پر برادر مکرم مولانا راشد الحق سمیع کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان کی توفیقات خیر میں بیش از بیش اضافہ فرمائے (آمین)

- **جناب سینیٹر بابر اعوان** (سینئر سپریم کورٹ ایڈوکیٹ)

عزیزم مولانا راشدالحق سمیع صاحب! سلام مسنون! یادآوری کے لئے مشکور ہوں، میرے محترم دوست آپ کے والد گرامی مولانا سمیع الحق صاحب کی تاریخ ساز (دس جلدیں) تفسیر لاہوری میرے سامنے ہے، بلاشبہ موتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے قابل قدر علمی کارنامہ سرانجام دیا، قیمتی ہدیہ بھجوانے کا شکریہ۔ اس تحقیقی تفسیر کے حوالے سے مولانا سمیع الحق صاحب نے دو مرتبہ مجھ سے

ملاقات کی، کئی بار ٹیلی فون پر گفتگو ہوئی اور ایک مرتبہ انہوں نے مجھے خط بھی تحریر کیا، یہ سب آپ کو اس لئے بتانا ضروری سمجھا تاکہ اس عظیم خدمت کے حوالے سے ان کی توجہ دلچسپی اور بے لوث کوششیں جو میرے پاس ان کی امانت ہیں وہ آپ تک پہنچا دوں۔

● **حضرت مولانا نورالہادی صاحب مدظلہ** (مدرس دارالعلوم تعلیم القرآن شاہ منصور)

محترمی جناب مولانا راشد الحق صاحب زید مجدکم ! وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ و برکاتہ ! ''تفسیر لاہوری'' کے نام سے موسوم قرآن کریم کی تفسیر کا گرانقدر تحفہ آپ کی طرف سے موصول ہوا، میں تہہ دل سے آپ کا شکر گزار ہوں اور دیو بند ثانی ''دارالعلوم حقانیہ'' کوخراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ شہید اسلام مولانا سمیع الحق صاحب شہید رحمہ اللہ کی اس کاوش کو اشاعت کا لباس پہنا کر منصۂ شہود پر لایا، اللہ تعالیٰ شہید موصوف کی قبر پر لامتناہی رحمتیں نازل فرمائے اور دیگر عظیم صدقات جاریہ کی طرح یہ بھی ان کے لئے صدقہ جاریہ فرمائے۔ امام الاولیاء والصوفیاء قدوۃ المفسرین مولانا احمد علی لاہوریؒ جیسی قطب الارشاد جامع شخصیت، صاحب کشف وکرامات، عاشق قرآن، فنافی اللہ وفنافی الرسول اورعلوم عقلیہ ونقلیہ کی کسوٹی کے درجہ پر فائز شخصیت ہمارے تعارف کا نہ محتاج ہے اور نہ ہی اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے،قرآن کریم کے ساتھ خصوصی شغف ان کا امتیازی شان رہا ہے اور تادم واپسیں وہ اس کے ساتھ وابستہ رہے، اپنے ملنے والوں کو چاہے ان کا تعلق کسی بھی شعبہ کے ساتھ کیوں نہ ہو، درس قرآن کی طرف متوجہ کرنا ان کے خون میں رچ بس چکا تھا، اللہ تعالیٰ ابدالآباد تک ان کی مرقد مبارک پر اپنی رحمتیں سایہ فگن رکھے، درحقیقت یہ شہید اسلام مولانا سمیع الحق صاحب شہیدؒ کی زندہ کرامت ہے کہ دارالعلوم حقانیہ کے اہتمامی مصروفیات بجائے خود کل وقتی مصروفیت تھی، اس کے علاوہ دینی علمی، ادبی، سیاسی اور دیگر گونا گوں مصروفیات کے ساتھ ساتھ اس تفسیری کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا، جبکہ زمانے سے برکت ختم ہوتی جارہی ہے،معلوم ہوتا ہے کہ تکوینی طور پر شہید اسلام مولانا سمیع الحق صاحب شہیدؒ کا انتخاب اس کام کیلئے ہو چکا تھا، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آخری لمحات تک وہ اس عظیم مشن کو سرانجام دینے کیلئے برسر پیکار رہے ، اللہ تعالیٰ اس تفسیر کو قبولیت عامہ عطا فرمائے اور صاحب تصنیف سمیت جملہ معاونین کے لئے صدقہ جاریہ بنائے ''تفسیر لاہوری'' کی عظمت و جامعیت اور مستند ہونے کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ یہ امام الاولیاء مولانا احمد علی لاہوریؒ کے درسی افادات وآمالی ہیں، جامع اور مرتب شہید اسلام مولانا سمیع الحق صاحب شہیدؒ کی ذات گرامی ہے اور تکمیل ونظر ثانی آپ جیسے صاحب علم وبصیرت کے ہاتھوں سرانجام پائی ، ساتھ ہی بیسوں سلاطین امت، جبال العلوم اور علم کے آسمان کے درخشندہ ستاروں کی تقریظات اور تاثرات بھی ثبت

ہیں، میں اپنے جامعہ دار العلوم تعلیم القرآن شاہ منصور میں دورہ تفسیر شروع کر چکا ہوں، اسی مصروفیت کے سلسلہ میں باوجود شدید خواہش کے بالاستیعاب مطالعہ نہ کر سکا، اللہ تعالیٰ اس بے نظیر تفسیر سے استفادہ کا موقع عطا فرمائے، البتہ چیدہ چیدہ مقامات کو ملاحظہ کیا عنوانات، ذیلی سرخیاں اور زبان کی سلاست علمی گہرائی اور گیرائی کے باوجود سہل بیانی کی وجہ سے یہ عوام وخواص کے لئے یکساں مفید ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان مقبولین کی برکت سے ہمیں بھی اپنی عظیم الشان کتاب کی تعلیم وتعلم کے سلسلہ کے ساتھ وابستہ رکھے اور اس پر کامل عمل کی توفیق عطا فرمائے اور قیامت کے دن قرآن کریم کو ہمارے حق میں شفاعت کرنے والا بنائے۔(آمین یا رب العالمین)

● **مولانا میاں ایاز احمد حقانی** (خانقاہ فریدیہ نقشبندیہ کانگڑہ شبقدر)

برادر مکرم صاحب زادہ ذی قدر حضرت مولانا راشد الحق سمیع صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اللہ تعالیٰ سے آپ کے صحت وعافیت کے لیے دعا گو ہوں آنجناب کی جانب سے گراں قدر ہدیہ ''تفسیر امام لاہوری'' موصول ہوا، بے حد شکر گزار ہوں، آپ نے نہ صرف اپنے عظیم والد حضرت شہید کے نام اور کام کو زندہ رکھا ہے بلکہ ان کے تعلقات کو بھی اسی طرح قائم رکھا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو مزید ہمت وبرکت نصیب فرمائے، ''تفسیر لاہوری'' کے متعلق وہی کہوں گا جو ہمارے بزرگ مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب (بنوں) نے تحریر فرمایا تھا کہ......

> ''جس طرح امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو حضرت لاہوریؒ کی صورت میں ایسا شاگرد رشید ملا جس نے شاہ ولی اللہؒ اور مولانا سندھیؒ کے علوم ومعارف سے تشنگان علم کو سیراب کر دیا، اسی طرح مولانا لاہوریؒ کو بھی مظلوم شہید مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی صورت میں ایک اجل تلمیذ نصیب ہوا کہ جنہوں نے حضرت لاہوریؒ کی وفات کے بعد ان کے علوم ومعارف کو محفوظ اور زندہ جاوید کر دیا''۔

ویسے تو حضرت الاستاد مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی پوری زندگی خدمت دین متین کے لیے وقف تھی مگر میرے خیال میں اگر وہ دیگر تصنیف وتالیف اور خدمات کچھ نہ کرتے اور صرف تفسیر لاہوری کو مرتب فرماتے تو یہی کارنامہ ان کو زندہ وجاوید بنانے کے لیے کافی تھا۔ بہرحال! برادرم آپ صد مبارک باد کے مستحق اور لائق صد تحسین ہیں کہ امت کو یہ عظیم تفسیر شائع کر کے پیش کی، آپ نے تمام حقانی فضلا کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا واجرکم علی اللہ

صاحبزادہ عبدالحق ثانی

دارالعلوم کے شب و روز

مغربی سفارتکاروں کی دارالعلوم آمد

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی عالمی حیثیت کے پیش نظر الحمدللہ وقتا فوقتا مختلف معزز مہمانوں کی یہاں آمد و رفت جاری رہتی ہے، ۵ مارچ کو وزارت خارجہ برطانیہ کے سینئر اعلیٰ افسران اور اسلام آباد میں مقیم برطانوی ہائی کمیشن کے سفارتکاروں کی دارالعلوم آمد ہوئی، برطانوی سفارتکاروں نے مولانا راشدالحق سمیع صاحب سے ان کے دفتر میں تفصیلی دو گھنٹے ملاقات کی، اس موقع پر مولانا لقمان الحق، مولانا مفتی مختار اللہ حقانی، مولانا اسامہ سمیع، مولانا خزیمہ سمیع، مولانا حبیب اللہ قاسمی، ناظم عالمگیر اور صاحبزادہ محمد احمد بھی موجود تھے۔

۵؍مارچ کو جناب اکرام اللہ شاہد سابق ڈپٹی اسپیکر کے پی کے دارلعلوم حقانیہ تشریف لائے اور مدیر ماہنامہ ''الحق'' مولانا راشدالحق سمیع سے ملاقات کی، اس موقع پر جناب عجب خان ڈی ایس پی اکوڑہ خٹک بھی موجود تھے، عم مکرم مولانا راشدالحق سمیع نے انہیں ''تفسیر لاہوری'' پیش کی، انہوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ قائد محترم شہیدؒ کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور یہ کتاب ان کے لئے آخرت کا ذخیرہ بنائے نیز انہوں نے اس کتاب کو مرتب کرنے اور شائع کرنے پر حضرت مولانا راشدالحق سمیع صاحب اور ان کی پوری ٹیم کو مبارکباد دی۔

حضرت مہتمم صاحب کی مصروفیات

۲۲؍فروری: حضرت مہتمم مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ ہری پور تشریف لے گئے جہاں جناب حضرت مولانا عبدالواحد مدظلہ کے مدرسہ ضیاء العلوم کے جلسہ دستار بندی میں شرکت کی اور مفصل بیان فرمایا، اس موقع پر دارالحفظ کے نگران جناب حضرت مولانا قاری محمد شفیع اللہ صاحب بھی ہمراہ تھے۔

۲۴فروری: جامعہ حقانیہ کے سابق ناظم دفتر تعلیمات جناب مولانا وصال احمد کے مدرسہ ام کلثوم آدمزئی میں ختم بخاری تقریب میں شرکت فرمائی اور طالبات کو بخاری کی آخری حدیث کا درس فرمایا۔

۲۶فروری: جامعہ حقانیہ کے مجلس شوریٰ کے رکن اور فاضل جامعہ دارالعلوم حقانیہ سرحد کے شیخ الحدیث

جناب حضرت مولانا احسان الحق صاحب کی دعوت پر ان کے مدرسہ تشریف لے گئے جہاں مدرسہ کی مسجد کا افتتاح فرمایا۔

☆ یکم مارچ: جامعہ حقانیہ کے شعبہ بنات جامعہ ہاجرہ للبنات کی سالانہ تقریب ختم بخاری و چادر پوشی میں شرکت فرمائی اور بخاری کی آخری حدیث مبارک پڑھائی، اس موقع پر دارالعلوم حقانیہ کے قابل فخر مدرس محمد بلال عابد صاحب نے حسب سابق دورۂ تفسیر کا آغاز بھی کیا، مولانا بلال عابد صاحب رشتہ میں حضرت مولانا امام لاہوریؒ کے قریبی عزیز بھی ہیں اور انہی کی طرز پر دارالعلوم میں کئی سالوں سے دورہ تفسیر رمضان کی تعطیلات میں پڑھا رہے ہیں۔ حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے ان کی اس کاوش کو بھی خصوصی طور پر سراہا اور تقریب کے آخر میں جامع دعا فرمائی۔

☆ ۵ مارچ: حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کے داماد محمد ثاقب صاحب کی والدہ کے انتقال پر جلوزئی تشریف لے گئے، نماز جنازہ پڑھایا اور اہل خانہ سے تعزیت فرمائی۔

☆ ۶/مارچ: حضرت مہتمم صاحب چونکہ وفاق المدارس العربیہ کے سینئر نائب صدر بھی ہیں اس لئے سالانہ امتحانات کے پرچوں کی مارکنگ کے سلسلے میں وفاق المدارس کے مرکزی دفتر ملتان تشریف لے گئے اور وہاں مختلف اجلاسوں کی صدارت اور نگرانی فرمائی، مارکنگ کا عمل جامعہ خیر المدارس اور قاسم العلوم ملتان میں جاری تھا اس لئے دونوں مدارس بھی تشریف لے گئے۔ تین دن وہاں رہے اس موقع پر صاحبزادہ مولانا مفتی بلال الحق مکی صاحب اور مولانا انعام الحق حقانی بھی ہمراہ تھے۔

☆ ۱۰ مارچ: جامعہ حقانیہ کے معاون خاص اور رکن مجلس شوریٰ جناب الحاج مطیع اللہ صاحب کی والدہ کے انتقال پر اسلام آباد تشریف لے گئے، نماز جنازہ پڑھایا اور اہل خانہ سے تعزیت کی۔

☆ ۱۱/مارچ: جامعہ حقانیہ کے ناظم دفتر تعلیمات مولانا انعام الحق حقای کے مدرسہ تفہیم دین ٹیٹارہ تاروجبہ تشریف لے گئے جہاں دستار بندی کی عظیم الشان تقریب سے پرمغز خطاب فرمایا اس موقع پر جامعہ کے قدیم فضلاء نے حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات فرمائی۔

☆ ۱۲ مارچ: ایران کے شہر زاہدان (خاش) کے عالم دین کئی کتابوں کے مؤلف جناب مولانا شاہ نور صاحب نے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے ملاقات کی، موصوف جامعہ حقانیہ تخصص فی الحدیث کے دورہ میں شرکت کے لئے ایران سے تشریف لائے تھے، موصوف خود بھی تخصص کے استاد ہیں مگر جامعہ

حقانیہ سے محبت کے سبب دورہ کے لئے طالب علم کی حیثیت سے شرکت کی۔حضرت مہتمم صاحب سے کئی اموراور ایران کے حالات پر تفصیلی گفتگو فرمائی۔

حضرت نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی صاحب کی مصروفیات

۵/مارچ : جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ ، چیئرمین دفاع پاکستان کونسل اور نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ سابق ناظم اعلیٰ مولانا حامد الحق حقانی نے ضلع چارسدہ نصیر محمد خان سے شیخ آباد ضلع چارسدہ میں ملاقات کی اور ان کے نانا سردار علی خان مرحوم کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا، بعد ازاں ان کی رہائش گاہ پر پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا۔

۱۱مارچ : والدمحترم مدظلہ نے لاہور میں جمعیت علما اسلام کے منعقدہ اجلاس کی صدارت کی اور بعدازاں میڈیا سے خطاب بھی فرمایا۔

۱۴مارچ: والدمحترم مدظلہ اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس میں شرکت کے لئے اسلام آباد تشریف لے گئے اور آپ نے خطاب فرمایا۔

۱۵مارچ: والدمحترم مدظلہ نے ''تعلیم القرآن حقانیہ ہائی سکول اینڈ کالج اکوڑہ خٹک'' کے سالانہ تقریب تقسیم انعامات و نتائج سے خطاب کیا اور نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبا میں انعامات تقسیم کئے۔

☆ والدمحترم مدظلہ نے مدرسہ تعلیم القرآن نوشہرہ کینٹ سالانہ دستار بندی تقریب سے خطاب کیا

۱۹/مارچ: اضاخیل بالا میں خانقاہ فریدیہ نقشبندیہ کے زیر اہتمام منعقدہ اجتماع سے خطاب کیا۔

وفیات: ۲/مارچ بروز جمعرات کو حضرت والد مولانا حامد الحق حقانی مدظلہ نے خانقاہ پیر سباق شریف ضلع نوشہرہ میں مولانا پیر عبدالصمد کی وفات پر گدی نشین پیر طریقت حضرت مولانا قاری بشیر احمد صاحب مدظلہ اور مرحوم کے صاحبزادوں سے تعزیت کی ،مولانا مرحوم صوبے کی معروف علمی و روحانی شخصیت پیر طریقت حضرت مولانا عبدالسلامؒ کے بڑے صاحبزادے تھے،آپ انتہائی نیک ،پارسا اور خاموش طبع اعلیٰ اخلاق کی صفات سے متصف شخصیت تھے،ان کے نماز جنازہ میں عم مکرم مولانا راشد الحق سمیع،مولانا عرفان الحق،مولانا اسامہ سمیع اور دارالعلوم کے دیگر اساتذہ نے شرکت کی۔مرحوم دارالعلوم حقانیہ سے فارغ التحصیل تھے اور اپنی خانقاہ کے ذریعے دعوت وارشاد کا فیض کافی عرصہ سے جاری رکھا ہوا تھا۔

جامعہ کے نئے تعلیمی سال ۴۵-۱۴۴۴ھ بمطابق ۲۴-۲۰۲۳ء کے داخلوں کا شیڈول

درس نظامی

درجات	ایام	تاریخ
تمام درجات کے قدیم طلباء (اعدادیہ تا دورہ حدیث)	ہفتہ	۱۰شوال۱۴۴۴ھ بمطابق ۲۹اپریل ۲۰۲۳ء
جدید دورہ حدیث شریف	اتوار	۱۱شوال۱۴۴۴ھ بمطابق ۳۰اپریل ۲۰۲۳ء
جدید دورہ حدیث شریف	پیر	۱۲شوال۱۴۴۴ھ بمطابق یکم مئی ۲۰۲۳ء
موقوف علیہ، اعدادیہ، متوسطہ، اولیٰ، ثانیہ، ثالثہ	منگل	۱۳شوال۱۴۴۴ھ بمطابق ۲مئی ۲۰۲۳ء
سادسہ، رابعہ، خامسہ، تکمیل	بدھ	۱۴شوال۱۴۴۴ھ بمطابق ۳مئی ۲۰۲۳ء
تجوید للعلماء، تجویدللحفاظ، تخصص فی الفقه، تخصص فی الدعوة والعقيدة، تخصص فی الحديث، تخصص فی اللغةالعربية، تخصص فی التفسير	جمعرات	۱۵شوال۱۴۴۴ھ بمطابق ۴مئی ۲۰۲۳ء
افتتاح	ہفتہ	۱۷، شوال۱۴۴۴ھ بمطابق ۶/مئی ۲۰۲۳ء

شعبہ حفظ : درجہ حفظ میں داخلہ کے خواہشمند طلباء کی درخواستیں ۱۵ رمضان تا ۱۰/شوال بمطابق ۶/اپریل تا ۲۹/اپریل دفتر اہتمام میں جمع کی جائینگی، حفظ کے خواہشمند طلباء کا ٹیسٹ اور انٹرویو وغیرہ ۱۲، ۱۳ شوال بمطابق ۱-۲/مئی بروز پیر، منگل صبح 9:00 کو دارالعلوم حقانیہ میں ہوگا (امسال شعبہ حفظ کا داخلہ دارالعلوم کی تعلیمی کمیٹی اور دارالحفظ کے اساتذہ کی مشترکہ نگرانی میں ہوگا) صرف وہ امیدوار درخواست دیں جو قرآن ناظرہ سے پڑھ چکے ہوں۔ عمر ۱۳ سال سے متجاوز نہ ہو۔ دو پارے پہلے سے یاد کرنے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔ **درجہ تخصص فی الفقه الاسلامی والافتاء** : درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء کیلئے داخلہ درخواست ۱۰ شوال بمطابق ۲۹/اپریل بروز ہفتہ تک دفتر اہتمام میں جمع کرائی جائیں گی اور انٹری ٹیسٹ ۱۴/شوال بمطابق ۳/مئی بروز بدھ صبح 9:00 بجے ہوگا۔ نوٹ: تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء کا دورانیہ دو سال ہوگا۔

تخصص فی التفسير: امسال جامعہ حقانیہ میں فضلائے کرام کیلئے نئے تخصص فی التفسیر کا بھی آغاز کیا جارہا ہے، **تخصص فی الحديث**، **تخصص فی اللغةالعربية**: انٹری ٹیسٹ ۱۵/شوال ۱۴۴۴ھ بمطابق ۴/مئی ۲۰۲۳ء بروز جمعرات ہوگا نوٹ: تخصص فی الحدیث کا دورانیہ دو سال کا ہوگا۔

نوٹ:۱ درجہ متوسطہ میں وہ طلباء داخلہ لیں گے جو کہ ساتویں جماعت پاس ہوں نوٹ:۲ داخلہ کے خواہشمند طلباء کے لئے نادرا شناختی کارڈ کا ہونا لازمی ہے اور جو امیدواران نابالغ ہیں وہ اپنے والد صاحب کا نادرا شناختی کارڈ ضرور لائیں اور ساتھ تین عدد پاسپورٹ سائز رنگین تصاویر بھی ضروری ہیں نوٹ:۳ امسال حقانیہ میں شعبہ تجوید کا الگ شعبہ ہوگا جس میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب کے مطابق حفاظ کیلئے دو سالہ کورس اور علماء کرام کیلئے یک سالہ کورس پڑھایا جائے گا۔ نوٹ:۴ ہر درجہ میں داخلہ کے لئے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحتانی درجات کے اصلی سندات کا برائے معائنہ دکھانا لازمی ہے اور ساتھ ان ہی اسناد کے دو عدد فوٹوسٹیٹ بھی لانا ضروری ہے۔

نوٹ:۵ تمام قدیم طلباء کرام کا داخلہ رجسٹریشن کارڈ پر ہوگا لہٰذا قدیم طلباء کرام اپنے ساتھ رجسٹریشن کارڈ ضرور لائیں نوٹ:۶ جو غیر ملکی طلباء کرام جامعہ میں داخلہ کے خواہشمند ہوں وہ پاکستانی ویزہ اور دیگر ضروری دستاویزات اپنے ساتھ ضرور لائیں نوٹ:۷ قدیم طلباء کیلئے جو تاریخ مقرر کی گئی ہے وہ حتمی ہے، مقررہ تاریخ کے بعد کسی بھی طالبعلم کو داخلہ نہیں ملے گا

دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا باضابطہ آغاز ان شاء اللہ ۱۷/شوال ۱۴۴۴ھ بمطابق ۶/مئی ۲۰۲۳ء بروز ہفتہ ہوگا

مولانا محمد اسلام حقانی
نائب مدیر ماہنامہ ''الحق''

تعارف وتبصرہ کتب

- **امداد الخطیب** مؤلف: مولانا مفتی ذاکر حسن نعمانی

ضخامت: ۴۰۲ صفحات ناشر: موتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں گفتگو کے آداب، تکلم کا قرینہ اور بولنے کا سلیقہ سکھایا ہے اسی طرح رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی گفتگو کے اسالیب و انداز پر مختلف ارشادات فرمائے ہیں، قرآن و حدیث کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرنا ہر مومن مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ بولے تو نہایت خوبصورتی کے ساتھ، کسی مجلس میں گفتگو کرے تو نہایت شائستگی اور مہذب انداز میں، تاکہ مخاطب اس کی بات کو باآسانی سمجھ سکے، گفتگو کی مختلف اقسام میں سے ایک قسم خطابت کی بھی ہے، خطابت دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کے ذریعہ سے انبیائے کرامؑ سے لے کر اب تک علمائے کرام نے دین کی نشرواشاعت کی خدمات سرانجام دی ہیں، خطابت کے کچھ اصول وآداب مقرر ہیں جس پر عمل کرتے ہوئے خطیب اپنی خطابت میں مزید نکھار لا سکتا ہے۔ عرصہ دراز سے ایک ایسی کتاب کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ جس میں خطابت کے اصول وآداب پر روشنی ڈالی گئی ہو اور خطیب حضرات کی رہنمائی کی گئی ہو، اس ضرورت کے پیش نظر جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے تخصص فی الفقہ وتخصص فی الدعوۃ والارشاد کے جید مدرس، مایہ ناز مصنف، مؤلف محقق شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی ذاکر حسن نعمانی صاحب نے ایک کتاب ''امداد الخطیب'' کے نام سے مرتب کرنے کی سعادت حاصل کی اور عصر حاضر کی ضرورت پوری فرمائی۔

زیر تبصرہ کتاب میں انہوں نے ۳۵۰ مختلف موضوعات پر مشتمل قرآن وحدیث سے دینی، علمی واصلاحی بیانات و تقاریر اور خطباء کے لئے اصول وآداب مختصراً ذکر کئے ہیں، ان موضوعات پر ایک خطیب موقع، زمانہ اور حالات کے مطابق کیسی تقریر کرے؟ اور کوئی خطیب اپنے موضوع کے مطابق تقریر کیسے تیار کرے؟ اس کتاب میں مؤلف موصوف نے خطباء کی رہنمائی کے لئے رہنما اصول وآداب مرتب کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔ (آمین)